ہفوات چکڑالوی

نمبر (۱، ۲)

مصنفہ

ہفوات چکڑالوی

سید محمد حسن صاحب امروہی رض

ملنے کا پتہ

عبدالعظیم مالک احمدیہ بک ڈپو

قادیان دارالامان

قیمت پچاس نئے پیسے صرف

ہر دو حصص ایک روپیہ

صیانۃ القرآن عن وساوس الشیطان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً

واضح خاطر عاطر ناظرین ہو کہ کچھ عرصہ سے شہر لاہور میں مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی نے ایک رسالہ بنام اشاعۃ القرآن جاری کیا ہے جو نفس الامر میں محض اضاعۃ القرآن ہے اگرچہ مولوی صاحب کے دعوی کا ابطال تو ہم رقیمۃ الوداد فی التاسی بخیر العباد میں جو الحکم نمبر ۱۶ جلد ۷ مورخہ ۳۰ اپریل سنہ ۳ء میں مندرج ہے ایسا کر چکے ہیں کہ اُسکا جواب آجتک مولوی صاحب سے نہیں ہو سکا چونکہ سنۃ اللہ یہی ہے کہ جس زمانہ میں کوئی مامور من اللہ مبعوث ہوتا ہے اُسکے مقابلہ میں انواع انواع کے وسواس خناس کی اشاعت بھی دنیا میں کثرت سے ہو جاتی ہے تا کہ الحقّ کی جنگ الباطل کے ساتھ واقع ہو کر نظارہ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا کا ہر ایک اہل بصیرۃ پر واضح ہو جاوے بلکہ مامورین اللہ جب ہی مبعوث ہوتا ہے کہ دنیا میں تلبیس ابلیس کا شیوع کثرۃ سے ہو جاتا ہے ہم اس مسئلہ کو آیات الرحمٰن لنسخ مایلقی الشیطان میں ثابت کر چکے ہیں اور یہی سر ہے اس امر الٰہی کا کہ فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ جو واجب التعمیل ہے اور جسکی تعمیل کیلیے قاری قرآن بوقت شروع کرنے قراءت قرآن مجید کے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بصیغ مختلفہ اول پڑھ لیتے ہیں اور یہی راز ہے ختم کرنے قرآن مجید کا سورہ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ مَلِكِ النَّاسِ اِلٰهِ النَّاسِ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِیْ يُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ

مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ پڑ تا کہ الہام آلہی خلط وسواس خناس سے محفوظ رہے مولوی عبداللہ صاحب کی تفسیر القرآن وغیرہ کو تو میںنے ابھی تک نہیں دیکھا ہاں البتہ پانچ نمبر اشاعۃ القرآن کے حسب فرمایش ایک محب لاہوری کے مطالعہ کیے ہیں ان پانچوں نمبروں میں جو کچھ تلبیس الحق کا الباطل کے ساتھ کیا گیا ہے اُسکا اظہار انشاء اللہ تعالیٰ اس رسالہ میں بحولہ وقوتہ بلا ترتیب نمبروں کے کیا جاویگا کیونکہ بالفعل ہم نمبر پانچ اشاعۃ القرآن میں نظر کرتے ہیں جسمیں صفحہ ۷۱ سے صفحہ ۷۲ تک مولانا عبداللطیف صاحب شہید رحمہ اللہ کی شہادۃ کو اپنے زعم فاسد میں حرام موت ہونا مؤلف نے ثابت کرنا چاہا ہے لہذا اُسکا ابطال نصوص قرآنیہ سے ہم بحولہ وقوتہ انشاء اللہ تعالیٰ یہاں پر کرینگے اور جسقدر دجل تمسک آیات القرآن اسبارہ میں کیے گئے ہیں اُن کا اظہار کالشمس فی نصف النہار انشاء اللہ تعالیٰ ناظرین پر واضح ہو جاویگا شاید بہدایت اللہ اس دجل اور تلبیس سے مدعیان اہل قرآن محفوظ و مصئون ہو جائیں علاوہ یہ کہ وہی آیات متمسک بہا اُسکی اُسکے مدعا کو باطل کر رہی ہیں اور ہمکو اسجگہ پر یہ ضرورۃ نہیں ہے کہ اولاً حضرت اقدس کا مہدی معہود اور مسیح موعود اور مجدد الوقت امام آخر الزمان ہونا ثابت کریں یا واقعات مندرجہ تذکرۃ الشہادتین کی تصحیح کے درپے ہوں کیونکہ یہ ہر دو امر ایسے واضح ہو گئے ہیں کہ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ کے مصداق ہیں علاوہ یہ کہ اسی لیے مولوی صاحب ان ہر دو امر کا انکار ہی نہیں کرسکے بلکہ دونوں امروں کے قائل اور مقر ہیں گو فرضاً ہی سہی دیکھو اقرار اُن کا صفحہ ۱۰ سطر ۲۶ میں بدیں الفاظ لکھا ہوا ہے اگر یہ واقعات صحیح اور درست بھی ہوں اور مرزا صاحب بھی فرضاً سچے مسیح موعود اور رسول اور نبی اور ملہم ہوں تاہم عبداللطیف حرام موت مرا ہے اور عبداللطیف نے اپنے ایمان پر اصرار کرنے میں قرآن مجید کا خلاف کیا ہے انتہٰی بلفظہٖ اور اسی صفحہ ۱۰ میں یہ عقیدہ اُسکا لکھا ہوا ہے اگر کسی مومن کو کوئی ظالم کافر مجبور کرے کہ تم اس ایمان و دین سے پھر جاؤ ورنہ تمکو قتل کیا جاویگا تو اُسکو اپنے دلمیں ایمان پر قائم رہنا چاہیے لیکن زبان سے انکار کر دینا چاہیے تاکہ وہ قتل سے بچ جاوے الی اٰخرہٖ - ہم اول نصوص قرآنیہ سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ تمام مومنین کاملین اور محسنین کا دستور العمل حسب فرمان واجب الاذعان اللہ تبارک وتعالےٰ کے یہی رہا ہے کہ واسطے تائید دین اسلام اور حفاظت اپنے ایمان وعرفان کے اور واسطے اعلاء کلمۃ اللہ کے حتی کہ واسطے تعمیل اُس فرمان آلہی کے جو اُنکو

بذریعہ الہام یا رویا کے پہونچا ہو یا نصوص کلام الٰہی میں وہ فرمان موجود ہوا اپنے مال اور جان اور
اعزہ اقربا اور تمام محبوبات کو فی سبیل اللہ صرف کرتے رہے ہیں اور بکمال ایمان اسی کو اعتقاد کرتے
رہے ہیں کہ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ
اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ۔ ترجمہ تفسیری جبتک کہ تم خرچ نہ کروگے اُن چیزوں میں سے جو تمکو محبوب
ہیں خواہ مال ہو یا جاہ ہو یا نفس اللہ تعالےٰ کے راہ میں تب تک اللہ تعالیٰ کی بِرّ یعنی رحمت
اور رضوان کو ہرگز ہرگز نہ پہونچ سکوگے اور پھر ان اشیا میں سے جو شے کہ تم خرچ کروگے بیشک
اللہ تبارک وتعالیٰ کو اُسکا پورا علم ہے یعنی اُسکا اجر ضائع نہ جائے گا۔ اس آیۃ میں لفظ مَا
جو الفاظ عموم سے ہے اور لفظ شئے کا بھی بموجب مسلک اہل قرآن کے ایسا عام ہے کہ جان اور مال
وغیرہ سبکو شامل ہے جیساکہ آیت وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ کی تفسیر میں
بڑے زور وشور سے عموم شے کا بیان کیا کرتے ہیں والایات والنصوص التی تدل علی
بطلان دعواہ ھذہ۔ قَالَ اللّٰهُ تعالیٰ حکایتا عن ابراھیم۔ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ
اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ
سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ وَ
نَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ
اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي
الْاٰخِرِيْنَ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ اِنَّهٗ مِنْ
عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ترجمہ تفسیری حضرت ابراہیم نے کہا اے چھوٹے بیٹے میرے میں خواب
میں دیکھتا ہوں کہ تمکو ذبح کر رہا ہوں مطلب یہ کہ مجکو تمھارے ساتھ شفقت تو بہت ہے مگر چونکہ رویا انبیاء
کی حق ہوتی ہے لہذا شفقت پر تعمیل امر اللہ مقدم ہے تم بھی بیان کرو کہ تمھاری کیا رائے ہے یعنی آیا دعا
طلب عفو کر کر اس ذبح کو رد کرا سکتے ہو بیٹے نے جواب دیا کہ آپ کو جو حکم ہوا بلا تامل اُسکی تعمیل کیجیے اور
اس بارہ میں مجھسے شفقت کر کر رائے طلب نکیجیے اور اس تعمیل امر سے مجکو کچھہ کراہت نہ ہوگی بلکہ مجکو آپ صابر
و مستقیم پائیں گے پھر جب دونوں باپ بیٹے تعمیل اس امر پر آمادہ و فرمانبردار ہوگئے اور باپ نے
بیٹے کو واسطے ذبح کے پیشانی کے بل پچھاڑا تو ہمکو یہ تعمیل امر بہت پسند آئی اور ابراہیم کو پکار کر کہا

مرحبا اے ابراہیم تونے اپنے خواب کو خوب سچا کر دکھایا اور ایسے نیک بندوں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں جیسا کہ تم کو دیا ہے بیشک یہ ابتلا یعنی ذبح فرزند پر ایک رویا کے سبب آمادہ ہوجانا کھلی ہوئی آزمائش ہے اور ہمنے ایک بڑی قربانی کو اسمٰعیل کا فدیہ دیا اور آنیوالی اُمتوں میں اُنکا ذکر خیر باقی رکھا یعنی ابراہیم پر سلام قیامت تک رہیگا ہم نیک بندوں کو آیندہ بھی ایسا ہی بدلہ دینگے جیسا کہ ابراہیم کو دیا اور جو لوگ ایسی استقامت کے منکر ہیں وہ ایمان سے خارج ہیں اور ابراہیم تو بیشک ہمارے بندوں مومنین میں سے تھے۔ ف مولانا عبداللطیف صاحب کا قصۂ شہادۃ قصۂ ابراہیمی مندرجہ آیت مذکورہ سے ازحد درجہ مشابہت درمشابہت رکھتا ہے۔

مشابہت اول۔ حضرت ابراہیم اول نے اپنے ایک بیٹے کو ذبح کرتے ہوئے رویا میں دیکھا جس کی تعبیر ایک دنبہ کا ذبح کرنا تھا جو اُسیطرح پر واقع ہوا اور حضرت اقدس نے جو ابراہیم ثانی ہیں دو بکریوں کا ذبح کیا جانا دیکھا جسکی تعبیر دو خاص بیٹوں کا ذبح ہونا تھا اور وہی واقع ہوا۔

مشابہت دوم۔ حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ نے بڑی خوشی اور رضامندی سے اپنے ذبح ہونیکو بڑی خوشی سے تسلیم اور قبول کر لیا کما قال تعٰ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ اور حضرت ابراہیم ثانی کے روحانی بیٹوں نے بھی اپنا صبر واستقلال انتہا تک ظاہر کیا تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت مضاعف درمضاعف ثابت ہو۔

مشابہت سوم فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا چونکہ صیغہ تثنیہ کا ہے لہذا اس فرمانبرداری کی اسناد حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل دونوں کی طرف ہے اور یہاں پر بھی شَاتَانِ تُذْبَحَانِ صیغے تثنیہ کے موجود ہیں جو نہایت فرمانبرداری پر دال ہیں کیونکہ مصداق لفظ شاۃ کا زبان عرب اطاعت اور فرمانبرداری میں مشہور ہے۔

مشابہت چہارم مولانا عبداللطیف شہید پر جو مصائب واقع ہوے اور بلائیں پیش آئیں اُن کا عظیم ہونا تمام اخبارات سے ثابت ہے دیکھو تذکرۃ الشہادتین اور سر الشہادتین وغیرہ کو لہذا یہ ابتلا بھی مصداق ہے اس آیت کا کہ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ۔ جو قصہ ابراہیمی میں بیان فرمایا گیا ہے۔

مشابہت پنجم اللہ تبارک وتعالیٰ قصہ ابراہیمی میں فرماتا ہے وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ سَلٰمٌ

عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ مولانا عبداللطیف ذبیح اللہ پر بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے قیامت تک سلام پہنچتا رہیگا ثبوت کامل اسکا یہ ہے کہ سب سے بڑھ کر سلام اس ذبیح اللہ پر حضرت مسیح موعود امام الزمان کی طرف سے صادر ہوا جو بواسطہ تذکرۃ الشہادتین کے شائع ہوا اور قیامت تک باقی رہیگا اور پھر کل جماعۃ احمدیہ کی طرف سے اُنپر سلام واقع ہوتا رہیگا جو اب قریب دو ڈھائی لاکھ کے ہے اور آیندہ کو یوماً فیوماً کل دنیا میں یہ جماعت پھیل جائیگی اور رسالہ سر الشہادتین بھی بواسطہ رکوع دوم سورہ یٰسین کے اُنپر سلام پہونچاتا رہے گا اور علاوہ بر علاوہ یہ کہ صدق شہادت اس ذبیح اللہ بر قصہ ابراہیمی مندرجہ قرآن مجید نے شہادت کاملہ اور صادقہ دیدی لہذا اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے بسبب مصداق ہونے اس ذبیح اللہ محمدی کے ساتھ ذبیح اللہ ابراہیمی کے قیامت تک سلام پہنچتا رہیگا کما قال اللہ تعالیٰ اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ٭

مشابہت ششم۔ مولانا عبداللطیف ذبیح اللہ کو مکاشفات اور الہامات بھی اس قسم کے ہوئے تھے کہ وہ اس سلسلہ احمدیہ کی اشاعت اور تائید میں مقتول اور شہید ہوں گے دیکھو تذکرۃ الشہادتین اور نیز سر الشہادتین کو اور ذبیح اللہ ممدوح نے نہایت کامل طور پر اپنے ان مکاشفات اور رویا کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی راہ میں اعلاے کلمۃ اللہ کے لیے پورا بھی کیا جیسا کہ قصہ ابراہیمی میں فرمایا گیا ہے وَنَادَیْنٰہُ اَنْ یّٰاِبْرٰھِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ

مشابہت ہفتم اس ذبیح اللہ احمدیہ کا جواب بمقابلہ جابر ظالم کے یہی رہا کہ میں اپنے ایمان کو بعوض حیات جسمانی یا دولت دنیاوی کے ہرگز ہرگز ترک نکرونگا وکذا و کذا پس یہ عین ہی استقامۃ اور کمال ایمان ہے جسکی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّہٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ٭

مشابہت ہشتم اس قصہ ذبح کے بعد حضرت ابراہیم کو یہ بشارت دیگئی تھی وَبَشَّرْنٰہُ بِاِسْحٰقَ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ یہاں پر بھی ابراہیم محمدی کو الہام شَاتَانِ تُذْبَحَانِ کے بعد یہ بشارۃ دیگئی ہے جو براہین احمدیہ میں مندرج ہے کہ عَسٰی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئًا وَّھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ جس کا نتیجہ انشاء اللہ تعالیٰ دوبارہ ظہور دین اسلام کے وہی ہوگا جو حضرت ابراہیم کے بعد بذریعہ انکی اولاد صالحین کے جو مامورین اور مقربین الٰہی پیدا ہوے واقع ہوا تھا جیسا کہ مکاشفات حضرۃ اقدس مندرجہ تذکرۃ الشہادتین میں مذکور ہے جسکا تخم اب زمین کابل میں بویا گیا ہے۔

مشابہت ثالثہ اسوقت اُمتہ محمدیہ کے باعتبار ذیل کے دو فریق ہیں ایک فریق تو نیچری ہے جو نزول عیسیٰ سے محض منکر ہے اور جن احادیث صحاح میں نزول عیسیٰ بن مریم کا آیا ہے اُن احادیث صحاح کو بھی رد کر دیا ہے بلکہ خود حضرت عیسیٰ کی ولادت کو بھی بغیر باپ کے تسلیم نہیں کرتا وغیرہ وغیرہ یہ فریق تو محض یہودی سیرۃ ہے جو حضرت عیسیٰ کے منکر و مکذب رہے اور دوسرے فریق نے حضرت عیسیٰ کو آسمان پر چڑھا کر صفات الوہیت میں شریک کر رکھا ہے جیسا کہ ہمارے رسائل میں مشرح طور پر اس فریق کے عقائد مذکورہ نقل کیے گئے ہیں پس یہ فریق اس اُمت محمدیہ میں نصرانیۃ کا شعبہ ہے لیکن حضرۃ اقدس نے اس افراط اور تفریط کی ایسی اصلاح فرمائی ہے کہ جو صراط مستقیم تھا اُسکو واضح فرما دیا اور مغضوب علیہم اور ضالین کے راستہ غضب اور ضلالۃ سے اُمتہ محمدیہ کو بچا لیا لہٰذا حضرت اقدس اور آپ کے متبعین صادقین کو اور خصوصاً ذبیحین مندرجہ تذکرۃ الشہادتین کو حضرت ابراہیم کے ساتھ نہایت درجہ کی مناسبت ہے جو نہ یہودی تھے نہ نصرانی اسی لیے الہامات شائعہ مندرجہ براہین میں آپکا ایک نام ابراہیم بھی رکھا گیا ہے ہاں مولوی عبد الرحمٰن صاحب شہید اور مولانا عبد اللطیف صاحب ذبیح اللہ کو حضرت اسمٰعیل کے ساتھ بھی زیادہ تر مناسبت ہے جو الہام شاتان تذبحان کے مصداق ہیں اس مشابہت ثالثہ کی تفصیل آیت ذیل میں ہے کما قال اللہ تعالیٰ مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَٰكِن كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهَٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ ٣/١٥ ترجمہ ابراہیم نہ یہودی تھے اعتقاد میں اور نہ نصرانی ولیکن اعتقادات فاسدہ سے یکطرف ہونیوالے فرمانبردار مسلمان تھے اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے جیسا کہ یہودی اور نصرانی مشرک ہیں بیشک قریب تر آدمیوں کے ساتھ ابراہیم کے وہی ہیں جو اُن کے متبع تھے اور اُسکے ساتھ قریب تر یہ نبی ہیں اور جو لوگ اُسپر ایمان لائے ہیں اور اللہ مومنین کا دوست اور ولی ہے اعتبار دیگر۔ اور چونکہ یہ قضیہ مسلمہ ہے کہ لولا الاعتبارات لبطلت الحکمۃ اور ادھر فریق ثانی امام مہدی معہود اور مسیح موعود کا مکذب اور منکر ہے لہٰذا اس اعتبار سے بھی فریق ثانی یہود سیرۃ ہو گیا اور بلحاظ اشراک کے جو حضرت عیسیٰ کو صفات الٰہیہ میں شریک گردانتے ہیں ظل نصاریٰ بھی ہوا تو یہی فریق ثانی ظل یہود بھی ہوا اور ظل نصاریٰ بھی ولنعم ماقیل مصرعہ ہر سخن وقتی و ہر

نکتہ مقامی دارد۔ فصدق رسولہ الکریم لتتبعن سنن من کان قبلکم الخ البتہ پیروی
کروگے تم اُن اہل کتاب کی یعنی یہود اور نصاریٰ کی جو تمسے پہلے ہوے ہیں اور حضرت اقدس اور متبعین
اُنکے اقرب الناس ہوے ساتھ حضرت ابراہیم کے اور پورے مصداق آیت مذکورہ کے ہوگئے والحمد للہ
مشابہت دہم۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بمقابلہ بادشاہ وقت کے جو ایک مناظرہ عظیم الشان
ہوا تھا اُس مناظرہ میں حضرت ابراہیم نے صفت احیا و امانت کو مختص بجناب باری فرماکر توحید ربوبیت
اور خالقیت اللہ تبارک و تعالی پر استدلال کیا تھا اور وہ مخالف ابراہیم کا ان ہر دو صفات کو مختص
بجناب احدیت نسمجھتا تھا علی ہذا القیاس اس ابراہیم ثانی کے وقت میں بھی بمقابلہ مخالفین انھیں
صفات احیا و امانت بابت میں مناظرہ ہو رہا ہے کہ یہ ابراہیم وقت صفات احیا و امانت کو مختص بجناب
باریتعالی فرماکر توحید اسلامی کو ثابت کر رہا ہے جس سے کسر صلیب واقع ہو رہا ہے اور مخالفین
اُسکے ان صفات کے ساتھ حضرت عیسی کو بھی متصف جانتے ہیں جس سے مذہب نصرانیت کی
تائید ہوتی ہے ونعوذ باللہ منہ کما قال اللہ تعالی اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْ حَاۗجَّ اِبْرٰھٖمَ
فِيْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰھٖمُ رَبِّيَ الَّذِيْ يُـحْيٖ وَيُمِيْتُ ۙ
قَالَ اَنَا اُحْيٖ وَاُمِيْتُ ترجمہ اے مخاطب کیا تو نے اُس شخصکو نہیں دیکھا کہ اُسنے ابراہیم
سے اُس کے پروردگار کے بارہ میں کٹ حجتی اسوجہ سے کی کہ اُسکو اللہ تعالی نے سلطنت اور ملک
دے رکھا تھا جبکہ ابراہیم نے اُس سے کہا کہ میرا پروردگار تو وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے،
اُس نے کہا کہ میں بھی جلاتا اور مارتا ہوں۔ پس یہ مشابہت دہم ہوئی اس ابراہیم وقت کو ساتھ
ابراہیم خلیل اللہ کے اگرچہ دیگر مشابہتیں اور مناسبتیں اس جری اللہ فی حلل الانبیاء
کو ساتھ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے بہت سی ہیں مگر اسجگہ ہم انھیں خصوصیات عشرہ پر اکتفا کرتے
ہیں وَتِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ۔ اب ناظرین سے انصاف طلب ہے کہ جبکہ حضرت ابراہیم صرف
ایک رویا کی بنا پر جسمیں بطور نص صریح کے ذبح فرزند کے لیے امر بھی نہیں ہوا تھا اور اس ذبح سے
کوئی تائید دین اسلام کی بھی نہیں ہوتی تھی صدق دل سے واسطے تعمیل امر ذبح کے مستعد ہوگئے
گو یہ فعل ذبح فرزند کا واقع نہیں ہوا تب بھی صرف اس صدق نیت کے ساتھ تعمیل امر الٰہی کیلیے
مستعد ہونیکے سبب اُنکو یہ ندا پہونچی کہ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا

اور دنیا میں یہ نتیجہ نیک اُنکو ملا کہ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ سَلَامٌ عَلَى إِبْرَاهِيمَ
اور اُنکو یہ درجہ ایمانی منجانب اللہ بطور شہادۃ اللہ کے عنایت ہوا کہ فرمایا گیا إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا
الْمُؤْمِنِينَ وغیرہ وغیرہ تو کیا وہ ذبیح اللہ جسکی نسبت پیشتر سے بھی پیشین گوئی موجود ہے
کہ شَاتَانِ تُذْبَحَانِ اور اُسکو رویا اور مکاشفات بھی اِس ذبح کے بارہ میں منجانب اللہ
ہو چکے تھے اور پھر وہ صبر اور استقلال بھی انجیدہ تک دکھلا نا ہا جسکی نظیر آجتک بہت
کم ملے گی اور اُسکا یہ ذبح ہونا ابتغاءً لوجہ اللہ صرف اسواسطے تھا کہ اعلاء کلمۃ اللہ واقع ہو اور توحید
اسلامی دنیا میں قائم ہو اور پھر کسر صلیب ہو کر مذہب نصرانیت کا ابطال واقع ہو جاوے
اور طریق مغضوب علیہم اور ضالین سے خلق اللہ بچکر صراط مستقیم پر لوگ قائم ہو جاویں پھر بھی
اہل قرآن کے نزدیک یہ ذبح فی سبیل اللہ حرام موت کا مصداق ہو گیا یہی اشاعۃ اور اہلیت
قرآن ہے حالانکہ اسجگہ پر تاکیداً دو بار فرمایا گیا ہے کہ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ اور
نیز فرمایا گیا ہے وَاتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اور نیز
فرمایا گیا ہے إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهَٰذَا النَّبِيُّ وَ
الَّذِينَ آمَنُوا ناظرین انصاف کر کے جواب دیں کہ ابھی تک مدعیان اہلیت قرآن کا رسالہ
اشاعۃ القرآن ہے یا اضاعۃ القرآن بَيِّنُوا تُوجَرُوا سچ فرمایا مخبر صادق علیہ السلام نے کہ قرآن
پڑھنے والوں میں ایک دجال پیدا ہوگا کما فی المسند للامام احمد عن عبد اللہ بن
عمرو بن العاص قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول سیخرج
اناس من قبل المشرق یقرؤن القرآن لا یجاوز حلوقہم اوتراقیہم کلما
خرج منہم قرن قطع حتی یخرج فی بقیتہم الدجال۔ شرح اس حدیث کی ہم نے
تحذیر المومنین میں لکھی ہے من شاء فلیرجع الیہا۔

آیت سوم قال اللہ تعالیٰ قتل اصحٰب الاخدود النار ذات الوقود
اذ ھم علیہا قعود و ھم علیٰ ما یفعلون بالمؤمنین شہود وما نقموا منہم
الا ان یؤمنوا باللہ العزیز الحمید۔ ترجمہ لعنت کیے جاویں خندقوں والے جو کہ آگ
تھیں ایندھن سے بھری ہوئی جبکہ وہ اُنپر بیٹھکر اپنے فعل یعنی مومنوں کے جلا دینے کو دیکھ رہے تھے

اور کوئی عیب نہ لگا یا تھا انھوں نے مومنین کو مگر یہ کہ وہ ایمان کامل لائے تھے اللہ تبارک و تعالےٰ
پر جو عزت والا اور سراہا گیا ہے۔ ف قطع نظر اسکے کہ احادیث صحاح میں قصہ اصحاب الاخدود
کا مفصل مذکور ہے خود نظم قرآنی ہی ارشاد کر رہا ہے کہ ایک جماعت مومنین کو مخالفین کیطرف سے
آگ میں جلنے کا ابتلا پیش آیا تھا اور فعل احراق کا مخالفین کیطرف سے واقع بھی ہوا تھا جسپر لفظ شہود
اور مَا یَفْعَلُوْنَ اور اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا وغیرہ
دلالت صریحہ کر رہے ہیں معہذا ان مومنین کاملین نے آگ میں جل جانا اختیار کیا لیکن اپنی ایمان
اور توحید اسلامی سے نہ پھرے حتیٰ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے واسطے ترغیب ایسی استقامت صبر
اور استقلال کے اُمت محمدیہ کے لیے بھی سورہ بروج میں اُنکا قصہ چند قسمیں کھا کر بیان فرمایا اور
ایسے ثبات اور صبر کیلیے کہ آگ میں جلجانا قبول ہو لیکن ایمان و توحید ظاہری بھی اپنے ہاتھ سے
نہ جاوے ترغیب اور تاکید فرمائی صدق رسولہ الکریم لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ وَاِنْ قُتِلْتَ
او حرقت رواہ احمد مشکوٰۃ صفحہ ۱۰ ایفرمائیے مولانا عبد اللطیف صاحب شہید پر جو اہل قرآن عیب
حرام موت ہونیکا لگاتے ہیں وہ مصداق آیت وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ
الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ کے ہوئے یا نہیں۔ ولنعم ما قال الشاعرُ۔ شعر

ولا عیب فیهم غیر ان سیوفهم ❊ بهن فلول من قراع الکتائب

اور رسالہ اشاعۃ القرآن محض اضاعۃ القرآن ہوا یا نہیں اور مخبر صادقؐ نے جو پیشینگوئی حدیث
مذکور مسند احمد میں فرمائی تھی کہ قرآن مجید پڑھنے والوں میں بھی ایک دجال خروج کریگا کہ حتےٰ
یخرج فی بقیتهم الدجال وہ پوری ہوئی یا نہیں بینوا توجروا۔

آیت چہارم قال اللہ تعالےٰ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا یَاْتِكُمْ مَّثَلُ
الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰی یَقُوْلَ
الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰی نَصْرُ اللّٰهِ اَلَاۤ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ ۲
ترجمہ اے نام کے اہل قرآن کیا تمنے ایسا خیال کیا ہے کہ یونہی بہشت میں جا داخل ہوگے
حالانکہ ابھی تک اُن لوگوں کے حالات غریبہ پیش نہیں آئے جو تمسے پہلے ہو گذرے ہیں کہ انکو
سختیاں بھی پہنچیں اور تکلیفیں ضرر وہ بھی پہنچیں اور جھڑ جھڑائے بھی گئے حتیٰ کہ پیغمبر اور جو

اُن کے ساتھ مومن تھے چلا اُٹھے کہ خدا کی مدد آنے کا وقت کب آئے گا خبردار ہو بیشک اللہ کی مدد کا وقت نزدیک ہے **ف** اس آیت کریمہ میں زعم فاسد مدعیان اہلبیت قرآن کا کسقدر ردّ فرمایا گیا ہے کہ یہ زعم باطل تمھارا محض غلط اور باطل ہے کہ بغیر پہونچے ابتلاءات سخت کی جو مصداق زلزلہ شدیدہ کے ہوں تم جنت میں داخل ہو سکو اور یاد رکھو کہ اللہ تبارک وتعالےٰ کی نصرت تب ہی قریب ہوتی ہے کہ جینک انواع انواع کی سختیاں اور تکلیفیں اور زلازل شدیدہ جو پہلی اُمتوں میں مومنین کاملین پر واقع ہوئی تھی اُمت محمدیہؐ کے مومنوں پر بھی واقع ہوں جیساکہ الہام شَاتَانِ تُذْبَحَانِ کے بعد میں الہام خدا کے اور کلام الٰہی موجود ہے کہ عَسٰی اَنْ تَکْرَهُوْا شَیْئًا وَّهُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ جس کا مضمون قریب قریب اَلَا اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ کے ہے۔ اور نیز دوسرے مکاشفات حضرت امام الزمانؑ کے اس نصرت قریبہ کے بارہ میں موجود ہیں دیکھو تذکرۃ الشہادتین کو پس افسوس ہے مدعیان اہلبیت قرآن کے فہم پر کہ جس گمان فاسد کو اللہ تبارک وتعالیٰ اس زور شور سے رد فرمائے اُسی عقیدہ مردودہ کو اپنا عقیدہ گردانا جائے اور پھر اُس کا نام اشاعۃ القرآن رکھا جائے وَمَا هٰذَا اِلَّا اضاعت القرآن۔ سچ فرمایا مخبر صادق نے کہ میری اُمت میں سے قرآن پڑھنے والوں میں بھی ایک دجال پیدا ہوگا جواب پیدا ہو گیا حتی یخرج فی بقیتهم الدّجال۔

آیت پنجم قال اللہ تعالیٰ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا هُنَالِكَ ابْتُلِیَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِیْدًا۔ ۲۱/۱۸۔ ترجمہ جبکہ دشمن تم پر تمھارے اوپر کیطرف سے بھی آئے اور تمھارے نیچے کیطرف سے بھی یعنی ہر چہار طرف سے اور جبکہ کج ہو گئیں آنکھیں اور پھر گئیں اور دل گلوں تک پہنچگئے تھے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کیطرف تم طرح طرح کے گمان کرنے لگے تھے اسموقع میں آزمائے گئے مومنین اور سخت جھڑ جھڑائے گئے **ف** اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے وہ مصائب اور تکالیف اور زلازل شدیدہ بیان فرمائے ہیں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت کے مومنین کاملین پر واقع ہوئے تھے اور آیت میں جن مسلمانوں نے ان مصائب کی برداشت نہیں کی بلکہ طرح طرح کے عذر کیے انکو منافقین فرمایا ہے اور اُنکی

اُس خیال فاسد کا رد فرمایا ہے جو اپنے وجودوں کی حفاظت میں کرتے تھے کما قال اللہ تعالیٰ قل لن ینفعکم الفرار ان فررتم من الموت او القتل واذا لا تمتعون الا قلیلا قل من ذا الذی یعصمکم من اللہ ان اراد بکم سوء او اراد بکم رحمۃ ولا یجدون لھم من دون اللہ ولیا ولا نصیرا ۲۱ ترجمہ اے پیغمبر تم ان مدعیان اہلیت قرآن کو تبلیغ کردو کہ اگر تم موت یا قتل کے خوف سے بھاگتے ہو تو یہ بھاگنا تمکو ہرگز نفع نہیں دیوے گا اور اگر بھاگ کر بچ بھی گئے تو بس صرف چند روز ہے نہ زیادہ اور نیز ان لوگوں سے کہدو کہ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ تمھارے ساتھ برائی کرنی چاہے تو کون ایسا شخص ہے جو تمکو اللہ کے عذاب سے بچا سکے اگر وہ برائی کرنی چاہے یا اگر تم پر اپنا فضل کرنا چاہے تو کون اسکو روک سکتا ہے اور اللہ کے سوا نہ تو وہ اپنا حمایتی پائیں گے اور نہ کسیکو مددگار پائیں گے۔ ف کیوں حضرات اہل قرآن ابتو آپ جیسے خیال والونکو اللہ تبارک وتعالیٰ نے منافقین فرمادیا کیا اب بھی آپ کا رسالہ جو اشاعۃ القرآن ہے اضاعۃ القرآن نہیں ہوا شاید کوئی صاحب اہل قرآن میں سے یہ کہدیوے کہ ہاں صاحب ابتک اشاعۃ القرآن ہی ہے کیونکہ برعکس نہند نام زنگی کافور مثل مشہور ہے انا للہ وانا الیہ راجعون کہ آپکا نام تو اللہ تعالےٰ نے منافقین اور معوقین رکھا ہے نہ اہل قرآن کما قال اللہ تعالیٰ قد یعلم اللہ المعوقین منکم والقائلین لاخوانھم ھلم الینا ولا یاتون الباس الا قلیلا اشحۃ علیکم فاذا جاء الخوف رایتھم ینظرون الیک تدور اعینھم کالذی یغشی علیہ من الموت فاذا ذھب الخوف سلقوکم بالسنۃ حداد اشحۃ علی الخیر اولئک لم یؤمنوا فاحبط اللہ اعمالھم وکان ذلک علی اللہ یسیرا ۲۱ ترجمہ اللہ تبارک وتعالےٰ اُن اہل قرآن کو خوب جانتا ہے جو تم میں سے ہیں اور ایسی استقامت ایمانی سے دوسرونکو روکتے ہیں اور اپنے بھائیوں سے

کہتے ہیں کہ تم تو ہمارے مذہب نفاق کیطرف ہی چلے آؤ اور استقامت ایمانی کو چھوڑ دو اور نہیں آسکتے وہ سختی پر مگر قلیل زمانہ کے لیے تاکہ اہل قرآن کہلاویں بخیلی کرنیوالے ہیں یعنی تمہارے ساتھ موافقت کرنے میں اور جب کوئی خوف پیش آجاوے تو اُنکو دیکھے تو کہ نظر کرتے ہیں تیری طرف متعجبانہ اُنکی آنکھیں ہر چہار طرف ایسی حیران ہو کر گھومتی ہیں جیسے کسی پر موت کے سبب بیہوشی طاری ہو جلے پھر جبکہ خوف دور ہو جاتا ہے یعنی جبکہ اہل حق اُن کے لغویات اور اباطیل کے ابطال سے اعراض کرتے ہیں تو پھر ایذا دینے لگتے ہیں تمکو اپنے کلام سے حالانکہ بخل کرنیوالے ہیں اُس مال پر جو جماعت احمدیہ اشاعۃ اسلام میں صرف کر رہی ہے ایسے لوگ مومن نہیں ہیں اسلیے اللہ تعالیٰ نے انکے اعمال کو جو نام کو اشاعۃ القرآن میں کر رہے ہیں حبط کر دیا ہے اور یہ حبط کرنا اُن کے اعمال کا اللہ تعالےٰ پر آسان ہے اگرچہ اہل حق پر اضاعۃ القرآن کا بند کر دینا آسان نہیں ف اے مدعیان اہل قرآن ابھی تک دروازہ توبہ کا کھلا ہوا ہے لہذا اب بھی ایسے خیال فاسد سے توبہ کر لو ورنہ قرآن نے تمہارے ایمان کی نفی کر دی اور پھر تمہارے اعمال بھی حبط ہو جائیں گے۔ شعر

ہمارا کام سمجھانا ہے یارو + اب آگے چاہو تم مانو نہ مانو

بر رسولاں بلاغ باشد و بس۔ کیا اب بھی تمکو ثابت نہیں ہوا کہ تمہارا رسالہ اشاعۃ القرآن محض اضاعۃ القرآن ہے اور یہ وہی دجالیت ہے جسکی خبر مخبر صادق نے قرآن پڑھنے والوں میں پیدا ہونیکی دی ہے کما مر الحدیث الصحیح حتی یخرج فی بقیتہم الدجال

آیت ہشتم قال اللہ تعالےٰ من المؤمنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فمنہم من قضی نحبہ ومنہم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا لیجزی اللہ الصادقین بصدقہم ویعذب المنافقین ان شاء او یتوب علیہم ان اللہ کان غفورا رحیما۔ ترجمہ ان مومنین میں سے بعض تو ایسے مرد ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو انھوں نے جاں نثاری کا عہد کیا تھا اُسمیں صادق ہوئے ہیں سو بعض تو اُنمیں سے ایسے تھے جو اپنی منت کو پورا کر گئے یعنی شہید ہو گئے اور بعض اُن میں سے وہ ہیں

جو شہادت کے منتظر ہیں اور اُنھوں نے اپنے عہد کو ایک ذرہ بھر بھی تبدیل نہیں کیا یہ مضامین اسلیے پیش آے کہ اللہ تعالے اسچے ایمان والونکو اُنکے صدق کی جزا دیوے اور منافقوں کو اگر چاہے تو سزا دیوے یا چاہے تو اُنکو توبہ کی توفیق عنایت فرماے بیشک اللہ تعالے بخشنے والا مہربان ہے **ف** اس آیت میں بعض مومنین کاملین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کا احوال بیان کیا گیا ہے کہ بعض مومنین کاملین تو اپنا عہد اور ذمہ پورا کر چکے ہیں یعنی شہید ہو چکے کیونکہ بقرینہ سیاق اور سباق نظم قرآنی کے اور نیز بموجب احادیث صحاح کے مراد قضیٰ نحبہٗ سے اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے شہید ہو جانا ہے اور بعض مومنین اپنی شہادت کے لیے مستعد ہو کر واسطے تائید دین اسلام کے بصدق نیت انتظار شہادت کا کر رہے ہیں اور اس عہد اور ذمہ میں کسیطرح کی تبدیلی انھوں نے نہیں کی اور ایسے مومنین کو اللہ تعالیٰ نے صادقین فرمایا ہے اور جو لوگ اس عہد کے پورا کرنے میں طرح طرح کے عذر کرتے ہیں انکو بعبارت منافقین بیان فرمایا جبتک کہ وہ اپنے حیلوں سے توبہ کریں پس اے اہل قرآن تمکو لازم ہے کہ اس اپنے خیال فاسد سے توبہ کرو ورنہ جس عذاب کا وعدہ اللہ تعالے نے منافقین کے لیے بیان فرمایا ہے اُس کا وعدہ ضرور پورا ہوگا اور یہ یاد رکھو کہ حتی بخرج فی بقیتہم الدجال کے مصداق تم ہو چکے۔

اگر کوئی سوال کرے کہ یہ آیات سورہ احزاب کی اُسوقت میں نازل ہوئی تھیں جبکہ مشرکین و کفار مکہ کے مومنین کے قتل اور ایذا کے درپے تھے اور اسلام کیوجہ سے اہل اسلام کو قتل اور غارت کرتے تھے لہذا اُسوقت میں اہل اسلام کو بھی اللہ تعالیٰ کیطرفسے اذن اپنی حفاظت کے لیے نازل ہوا اور حکم واسطے ذب و دفع حملجات مشرکین کے صادر ہوا تھا اور اب تو زمانہ آزادی کا ہے پس ان آیات کا پیش کرنا بیمحل ہے پھر یہ آیات کیوں پیش کی جاتی ہیں۔

الجواب بریں فہم و دانش بباید گریست + یہ سوال سائل کا ایسا ہی ہے جیسا کہ کہا گیا ہے

چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا الایا ایہا الساقی ادر کاسًا وناولہا

یہ آیات تو بمقابلہ گورنمنٹ کابل کے پیش کی گئی ہیں جسجگہ مولانا عبداللطیف صاحب صرف اپنے ایمان بالقرآن کیوجہ سے بلاقصور سنگسار کر کر شہید کیے گئے یہاں پر ان آیات کا منشا یہ ہے

کہ اگر کوئی گورنمنٹ ظالم خواہ اہل اسلام ہو یا غیر اہل اسلام ہماری گورنمنٹ برٹش انڈیا
کی اسلامی دینی رعایا کی مزاحم ہو کر ہماری اس آزادی مذہب کو ہمارے واسطے روکے
اور ہم رعایاء گورنمنٹ کو بوجہ اسلام اور ایمان بالقرآن کے قتل و غارت کرے تو اس صورت
میں نہ ہماری گورنمنٹ کو اپنی رعایا پر ایسا ظلم و ستم دوسری گورنمنٹ ظالم کا گوارا ہوگا اور نہ
ہمکو تعلیم قرآن مجید کی رو سے یہ امر جائز ہوگا کہ اپنی گورنمنٹ کی اندریں صورت امداد نہ کریں اور
فوج والنٹیر بنکر و اسکی ملازم گورنمنٹ کے نہ ہو جاویں ورنہ پھر تو حسب نصوص و آیات مذکورہ
بالا کے ہم تعلیم اسلام سے باہر ہو جائیں گے اور بالضرور منافق بن جائیں گے جیسا کہ منشاء آیات
مذکورہ کا ہے اور چونکہ مولانا عبد اللطیف شہید منجملہ رعایا گورنمنٹ کابل کے تھے لہذا گورنمنٹ عالیہ نے اس ظلم کا کچھہ
مواخذہ نہ فرمایا ورنہ ممکن نہ تھا کہ کسی رئیس معزز رعایا گورنمنٹ عالیہ انڈیا کو کوئی گورنمنٹ
ظالم ایسے ظلم و ستم کے ساتھ بلا قصور صرف ایمان بالقرآن کی وجہ سے سنگسار کر کر قتل کروادے
ہمنے ان آیات کو واسطے متنبہ کرنے اہل اسلام کے اسلیے پیش کیا ہے کہ اگر فرضاً اس قسم کی مزاحمت
مذہبی کسی گورنمنٹ ظالم سے خواہ وہ مسلمان ہی ہو برٹش گورنمنٹ کی رعایا پر پیش آجاے
تو اُسوقت میں تمام رعایا مسلمان پر فرض اور واجب ہے کہ اپنی گورنمنٹ کی ایک فوج والنٹیر
بنکر دوسری گورنمنٹ ظالم کی مزاحمت کو دفع کرے اس مسئلہ تعلیم اسلامی کو آیت ذیل مشرح
طور پر جو آیت محکم ہے بیان فرما رہی ہے کما قال اللہ تعالیٰ لا ینھٰکم اللہ عن
الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم و
تقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین ۔ انما ینھٰکم اللہ عن الذین
قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاھروا علیٰ اخراجکم ان
تولوھم ومن یتولھم فاولئک ھم الظالمون ۲۸/۱۸ ترجمہ جو لوگ دین
کے بارہ میں تمسے نہیں لڑے اور اُنھوں نے تم کو تمھارے شہروں سے جلاوطن نہیں کیا تمکو اللہ
تعالےٰ اُن سے نیکی اور احسان کرنیکے لیے منع نہیں فرماتا اور امداداً کچھہ مال اُن کے لیے پہنچانے
کو بھی منع نہیں کرتا بیشک اللہ تعالیٰ ایسے منصفوں کو محبوب کر لیتا ہے سوا اسکے نہیں کہ اللہ
تعالےٰ تو تمکو انھیں لوگوں سے دوستی کرنیکے لیے منع فرماتا ہے جو تمسے دین کے بارہ میں لڑے ہیں

اور جنھوں نے تم کو تمھارے شہروں سے جلا وطن کیا ہو اور تمھارے نکالنے میں تمھارے مخالفین
کی مدد کی ہو اور جو شخص ایسے ظالموں سے دوستی رکھے گا تو وہی ظالم ہیں **ف** اس آیت
کریمہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُن لوگونکو اپنا محبوب فرمایا ہے جو ایسی گورنمنٹ عادلہ کے ساتھ
نیکی اور خیر خواہی کریں جس نے دین اسلام اور مذہب میں آزادی دے رکھی ہو اور دین اسلام
کی وجہ سے اہل اسلام سے قتال نہ کرتی ہو اور نہ مذہبی عداوت سے شہر بدر یا جلا وطن کرتی ہو اور
چونکہ لفظ تُقْسِطُوْٓا باب افعال سے ہی جس کا مصدر اِقساط ہے لہذا یہاں پر اقساط کے معنی ہیں
اپنے اموال میں سے علی وجہ الصلہ امداداً کچھہ حصہ اموال کا بطور قسط کے پہنچانا اور اقساط کے معنی
یہاں پر عدل کے نہیں ہوسکتے کیونکہ عدل کا کرنا تو حسب تعلیم اسلام کے سب کے ساتھہ واجب ہے خواہ
کوئی کافر حربی ہو یا غیر حربی قالہ ابن العربی حاشیہ فتح البیان ہاں ایسی گورنمنٹ ظالم سے
محبت اور دوستی کرنا جو بوجہ اسلام کے قتال بھی کرے اور اہل اسلام کو اپنے ملک سے جلا وطن
بھی کر دیوے جائز نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں ایسے لوگونکو جو ایسی گورنمنٹ ظالم
سے دوستی اور محبت کریں فاولٓئک ھم الظّالمُوْن فرما دیا ہے پس افسوس ہے مدعیان
اہل قرآن پر کہ برخلاف ایسی عمدہ تعلیم قرآنی کے اور نیز برخلاف منشاء اپنی گورنمنٹ عالیہ
عادلہ کے ایک گورنمنٹ ظالم کی طرفداری کرتے ہیں اور فاولٓئک ھم الظّالمون میں داخل
ہوتے ہیں۔ ؎ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا + اور معہذا جو لوگ ایسی گورنمنٹ
ظالم کو دوست نہ رکھے انکو برعکس تعلیم قرآنی اور برخلاف منشاء اپنی گورنمنٹ عالیہ عادلہ کے
بغاوت اور شقاوت کیطرف منسوب کرتے ہیں چنانچہ نمبر ۵ صفحہ ۲۲ سطر ۱۶ میں لکھا ہے
پس ایسے شخصکو شہید تصور کرنا اور ایسی بغاوت و شقاوت پر لوگونکو ترغیب دینا قرآن
کے ایک ناواقف یا نافرمان ہی کا کام ہے انتہیٰ ؎ چہ دلاور است دزدی کہ بکف چراغ دارد +
ناظرین سے انصاف طلب ہے کہ کیا ابھی تک بھی رسالہ اشاعۃ القرآن اضاعۃ القرآن نہیں ہوا
صَدَقَ اللّٰہُ تعالیٰ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰہِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّلَا ھُدًی
وَّلَا کِتٰبٍ مُّنِیْرٍ وصدق رسولہ الکریم حتیٰ یخرج فی بقیتہم الدّجال
آیت دہم فَلَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّکُمْ

؎ ترجمہ بعض ایسے لوگ ہیں جو جھگڑا کرتے ہیں اللہ کے کلام اور قرآن مجید میں بغیر علم کے جو عقل و نقل سے حاصل ہوتا
ہے اور بغیر ہدایت کے جو سنت رسول سے حاصل ہوتی ہے اور بغیر کتاب اللہ کے جو روشن اور ظاہر کرنیوالی ہے
یعنی جھگڑا اُن کا محض تعنت اور عناد سے ہوتا ہے +

فی جذوع النخل ولتعلمن اینا اشد عذابا وابقی قالوا لن نؤثرک علی ما
جاءنا من البینات والذی فطرنا فاقض ما انت قاض انما تقضی
ھذہ الحیوۃ الدنیا الآیہ ۱۶/۱۲ ترجمہ پس تمھارے ہاتھ پیر الٹے سیدھے کاٹونگا اور تم کو
کھجوروں کے تنوں پر سولی چڑھاؤنگا اور تم جان لوگے کہ ہم دونوں میں سے کسکی مار سخت اور اشد ہی
اور دیرپا جادوگروں نے جواب میں کہا کہ ہم تجکو تو ترجیح نہ دینگے اُس چیز پر جو ہمکو پہنچی ہیں کھلی
کھلی نشانیاں اور نیز تجکو اُس خدا پر اختیار نہ کرینگے جسنے ہمکو پیدا کیا ہے پس جو تو کرنیوالا ہی کر
گذر سوائے اسکے نہیں کہ تو تو اسی زندگی دنیا پر حکم چلا سکتا ہے۔ آخر آیت تک۔ ف ان آیۃ
سے بطور نص کے ثابت ہوتا ہے کہ سحرہ فرعون نے بعد مشاہدہ معجزہ موسوی کے جب ایمان کامل
اُنکو حاصل ہوگیا اپنے ہاتھوں اور پیروں کا قطع کروا دینا قبول کیا لیکن ایسے بادشاہ ظالم کے مقابلہ میں
ایمان کو ہاتھ سے دینا گوارا نہ کیا اگرچہ ایسی استقامت کہ مومن کامل خواہ مصلوب ہو جاوے اور خواہ
قتل ہو جاوے لیکن ظاہر میں بھی ایمان کو اپنے ہاتھ سے نہ دیوے قرآن مجید کی آیات میں بہتسی
جگہ پر مذکور ہیں لیکن واسطے اختصار کے انھیں آیات عشرہ پر اسجگہ اکتفا کیا جاتا ہے وتلک عشرۃ
کاملۃ۔ اور فی الحقیقت ایمان کامل کا مقتضی بھی یہی ہے کہ کمال عرفان اور درجہ احسان کو
ایسا پہونچا ہوا ہو کہ معائنہ انعامات الٰہی کا اُسکو ہو جاوے تب اُس کے مقابلہ میں جان اور اموال
اس حیوۃ دنیا کے ہما کی نظر میں محض ہیچ معلوم ہونے لگتے ہیں اور ایسے ہی درجہ احسان کے حاصل
کرنیکے لیے پنجوقتہ ہر رکعت نماز میں دعا کی جاتی ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط
الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین آمین۔ ناظرین با
انصاف پر بخوبی ثابت ہوگیا ہوگا کہ یہ عقیدہ اشاعۃ القرآن کا کہ (اگر یہ واقعات صحیح اور درست
بھی ہوں اور مرزا صاحب بھی فرضاً سچے مسیح موعود ہوں تاہم عبد اللطیف حرام موت مرا ہے
اور عبد اللطیف نے اپنے ایمان پر اصرار کرنے میں قرآن مجید کا خلاف کیا ہے) کیسا باطل اور ابطل
الاباطیل ہے کیونکہ نصوص قطعیہ قرآن کے سرتاپا مخالف اور متضاد ہے اور یہ امر کرنا مؤلف اشاعۃ
القرآن کا کہ ایمان کا زبان سے انکار کر دینا چاہیے کسقدر متضاد نصوص قرآنیہ کا ہے ایسے شہداء
فی سبیل اللہ کو تو موتے کہنا بھی جائز نہیں ہے چہ جائیکہ حرام موت کو اُن کی طرف منسوب کرنا

قَالَ اللّٰہ تعالیٰ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ فَرِحِیْنَ بِمَا اٰتَاھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ وَیَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِیْنَ لَمْ یَلْحَقُوْا بِھِمْ مِنْ خَلْفِھِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ یَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ وَفَضْلٍ وَاَنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ ؁

ترجمہ جو لوگ اللہ تعالے کی راہ میں مارے گئے اُنکو موتی ابھی گمان مت کرو وہ تو مرے نہیں ہیں بلکہ اپنے پروردگار کے نزدیک زندہ موجود ہیں وہ تو روزی بھی دیے جاتے ہیں اور وہ خوش ہیں اُن نعمتوں کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اُنکو دے رکھی ہیں اور خوشی مناتے ہیں اُن لوگوں کی نسبت جو اُن میں ابھی شہید ہو کر شامل نہیں ہوے اور اُنکے پیچھے رہ گئے ہیں یعنی اگر وہ بھی شہید ہو جاویں تو اُنپر بھی نہ کسی قسم کا خوف عارض ہوگا اور نہ وہ کچھہ غمگین ہونگے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور فضل کے ساتھ خوشیاں کر رہے ہیں اور اُنکو بڑی خوشی اس امر کی ہے کہ اللہ تعالے ایمان والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا ہے۔

اب ہم بحولہ و قوتہ اُن آیات کی تفسیر کیطرف متوجہ ہوتے ہیں جنسے اشاعۃ القرآن نے اپنے زعم فاسد میں حضرت مولانا عبداللطیف شہید اکبر رحمہ اللہ کی شہادۃ اکبر کی موت حرام ہونے کیلیے استدلال غلط کیا ہے تاکہ ناظرین پر واضح ہو جاے کہ رسالہ اشاعۃ القرآن محض اضاعۃ القرآن ہی ہے اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ اور جو کتر بیونت اس دجال نے ان آیات قرآنیہ میں کیا ہے اُسکو واضح کرنیکے لیے ان شاءاللہ تعالےٰ ہم اُن آیات کو پورے طور پر معہ سیاق و سباق کے تحریر کرینگے بحولہ و قوتہ اکثر مسائل فروعیہ میں جو تحریف معنوی جو اشاعۃ القرآن نے کی ہے اسکی تفصیل تو

قولہٗ صفحہ ۱۹ نمبر ۵ - اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں وجود کو فطرۃ اللہ - خلق اللہ - نعمۃ اللہ امانت اللہ سے تعبیر کیا ہے اسکی حفاظت کا حکم دیا ہے اور اسکو خراب و برباد کرنیکی سخت ممانعت کی ہے چنانچہ آیت ذیل میں وجود کو فطرۃ سے تعبیر کرکے اُسکی حفاظت و رعایت کا امر کیا ہے فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا الی آخرہ **اقول** ہم اس آیت کو معہ ماسبق و مالحق کے ناظرین کے روبرو پیش کرتے ہیں اسواسطے کہ دجل و فریب اُس کا ناظرین پر بخوبی واضح ہو جاے قَالَ اللّٰہ تعالیٰ فَاَقِمْ وَجْھَکَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَا

دو سو صفحہ کا حصہ رسالہ اشاعۃ القرآن کو ... بالفعل ... مسلمانوں کے سامنے پیش کرنا ہے۔

لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ ۲۱

ترجمہ اے مخاطب تمام عقائد فاسدہ اور ماسوی اللہ سے ایکطرف ہوکر دین اللہ کیطرف متوجہ اور کھڑا ہوجا اسطرح کہ لازم پکڑے خدا کی فطرت کو جسپر خدا نے تمام لوگونکو پیدا کیا ہے خدا کی بنائی ہوئی فطرت انسانی میں تبدیل کرنی نہیں چاہیئے دین سیدھا اور قیم ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے کہ یہ دین اسلام مقتضائے فطرۃ ہے لازم پکڑو فطرۃ کو درانحالیکہ اُسی ایک خدا کیطرف رجوع کرنے والے ہو اور اُسی ایک خدا سے ڈرتے رہو اور قائم کرتے رہو نماز کو جو افضل العبادات ہے اور شرک کرنے والوں میں سے مت ہوجاؤ **ف** اس آیت میں اسجگہ پر مراد فطرۃ اللہ سے صرف شخص انسانی اور جسم حیوانی نہیں ہوسکتا ہے بیان اُس کا یہ ہے کہ خود اشاعۃ القرآن نے نمبر ۳ صفحہ ۲۲ میں اسکے مخالف اقرار کیا ہے وہو ہذا (نمبر ۲ فطرۃ اللہ کی محافظت سے کیا مراد ہے) فطرۃ اللہ کی محافظت سے یہ مراد ہے کہ ان ہر سہ قوی یعنی قوت بہیمی قوت سبعی قوت ملکی کو صحیح طور پر مطابق تعلیم کتاب اللہ کے استعمال کیا جاوے یعنی اُنکو درجہ اعتدال پر رکھا جاوے اور کسی قسم کی افراط تفریط کا اُن میں دخل نہ ہونے دیا جاوے اور ان قوتوں میں کسی قسم کی تبدیلی نہ ہونی دیجاوے اسی کا نام اسلام (یعنی فطرت اللہ کا بچانا) ہے انتہی بلفظہ **ایضاً صفحہ ۲۵ نمبر ۴** نماز سے فطرۃ اللہ کی محافظت ہوتی ہے الی قولہ پس قوت ملکی کا جو کام ہے یعنی عبادت اگر اس سے یہ کام نہ لیا جاوے تو اس قوت میں فتور واقع ہوگا اور ہر سہ قوی کا اعتدال ٹوٹ جاوے گا پس اس قوۃ کو اصلی خلقی فطرتی حالت پر قائم اور اعتدال قوی کو بحال رکھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس سے یہ کام لیا جاوے یعنی عبادت کیجاوے نماز بھی ایک مسلم عبادۃ ہے پس قوت ملکی کو برحال رکھنے کے لیے نماز ایک ضروری امر اور لابدی چیز ہے اور قوت ملکی کا صحیح استعمال ہے کیونکہ اس سے قوت ملکی اپنی اصلی حالت پر قائم اور ہر سہ قوی اعتدال پر رہتے ہیں الی آخرہ ان اقراروں سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ قوۃ بہیمی اور قوۃ سبعی کی حفاظت جو صرف جسم خاکی حیوانی سے متعلق ہیں اسی حد تک کیجاویگی کہ مطابق تعلیم کتاب اللہ کے ہووے اور تعلیم کتاب اللہ کی آیات عشرہ مذکورہ میں یہ گذر چکی ہے کہ توحید ایمانی و اسلامی کے بحال رکھنے اور اُسکے قائم کرنیں

بوقت حاجت تمام قواء جسمانیہ حیوانیہ کو بلکہ اپنی جان کو بھی خرچ کر دیا جاوے کیونکہ یہ سب اشیاء اللہ تعالےٰ ہی کی دی ہوئی ہیں لہذا اُسی کی فرمانبرداری اور اطاعت میں انکا صرف ہونا فی محلہ ہے لاغیر چہ جائیکہ خود وہ مالک الملک ہی اپنے ناچیز بندوں سے باوجود اپنے مالک ہونیکے معاملہ بیع وشرا کا منعقد فرما کر اس صرف کرنیکی ترغیب فرماوے۔ قال المولوی المعنوی شعر

پس حق حق سابق از مادر بود * ہر کہ ایں حق را نداند خر بود

کما قال اللہ تعالےٰ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ الیٰ قولہ تعالیٰ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ترجمہ بے شک اللہ تعالےٰ نے ایمان والوں سے اُنکی جانیں اور اُنکی اموال اس وعدہ پر خرید لیے ہیں کہ اُن کے بدلہ میں اُنکو جنت دیگا پس اے ایمان والو اپنے اس معاملہ کی جو تمنے خدا کے ساتھ کیا ہے خوشیاں کرو اور یہ معاملہ بیع وشرا تمھارا جو تمنے اللہ تبارک وتعالےٰ کے ساتھ کیا ہے یہی بڑی کامیابی ہے۔ ف ابتو ناظرین کو ثابت ہو گیا ہو گا کہ عقیدہ فاسدہ مندرجہ اشاعۃ القرآن کا خود اُسکے اقرار کے مناقض اور مخالف ہی اور اس عقیدہ فاسدہ پر اشاعۃ القرآن نے جو آیت فطرۃ اللہ سے استدلال کیا ہے خود اُسکے اقرار کے بموجب ایک باطل استدلال ہے اور اُس تعلیم قرآن مجید کا جو نصوص قطعیہ سے ثابت شدہ صداقت ہے باطل کر دینا ہے تو کیا ابتک بھی اشاعۃ القرآن اضاعۃ القرآن نہیں ہوا فَاتَّقُوْا وَاتَّقُوْا ثُمَّ اتَّقُوْا علاوہ یہ کہ خود نظم قرآنی میں دلالت صریحہ اس امر پر موجود ہے کہ مراد فطرۃ سے یہاں پر صرف جسم انسانی کی حفاظت ہی نہیں ہے بلکہ تمھارے اقرار کو ہم مسلم رکھکر کہتے ہیں کہ مفہوم فطرت اللہ سے ہر ایک انسان کی جسمانی وروحانی کی وہ بناوٹ مراد ہے کہ اگر اُس بناوٹ کو ہر ایک انسان توحید اسلامی کے سمجھنے کیطرف متوجہ کرے تو پھر اُسکو چار و ناچار توحید دین حنیف کا اقرار کرنا پڑے گا پس یہاں پر یاد رکھنا چاہیے کہ دین حنیف تو مقتضائے فطرت انسانی کا ہے اور فطرت انسانی مقتضی دین حنیف کی ہے ہاں غفلت اور عناد وغیرہ اُس دین حنیف کے قبول کرنے سے جو مقتضی فطرت انسانی کا ہے مانع ہو جاتے ہیں اسلیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے مقتضا اور مقتضی دونوں کے التزام کے لیے اس آیت میں تاکید ارشاد فرمائی ہے

اولاً تو مقتضائے فطرت انسانی کے لزوم کے لیے تمثیلاً فرمایا کہ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا
اس اسلوب سے تعبیر کرنے میں مطلب یہ ہے کہ جو شخص کسی شے کا پورے طور پر اہتمام اور التزام کرتا ہے
تو اولاً اسکی طرف اپنا منہ سیدھا کر کے اسکو دیکھتا ہے اور غیر اس شے سے یکسو ہو کر ہمہ تن اسکی
طرف متوجہ ہو جاتا ہے پس ایسی استقامت اور ثبات اور اہتمام دین حنیف کے لیے جو مقتضائے
فطرۃ انسانی کا ہے تمثیلاً یوں ارشاد فرمایا کہ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا بعدہ اس امر
فاقم کی تاکید کے لیے اسکے مقتضی کے التزام کے لیے بھی بیان فرمایا کہ فطرۃ اللہ یعنی
جب کہ انسان میں دین حنیف کا مقتضی موجود ہے پھر کیا وجہ کہ اس کا مقتضی موجود نہ ہو چونکہ فطرۃ
اللہ منصوب ہی لہذا اسکے لیے کسی عامل ناصب کا ہونا ضروری ہے خواہ الزموا مقدر مانا جاوے یا علیکم
یا اور کوئی ناصب مناسب بہر حال دین حنیف کے ہی التزام کے لیے تاکیداً فرمایا گیا کہ اس فطرۃ
انسانیہ کو لازم پکڑو جو دین حنیف کے لیے مقتضی ہے اور موانع اس فطرت کو دور کرو تا کہ چار و
ناچار وہ فطرت انسانی سلیمہ از موانع تمکو دین حنیف کیطرف کشاں کشاں لیجاوے اور جب کسی
مقتضی کا مقتضی طبائع انسانیہ میں ایسا عام طور پر پایا جاوے کہ وہ تمام انسانوں میں موجود ہو تو پھر
ہوتے ہوئے ایسے مقتضی کے اسکے مقتضا کا تسلیم نہ کرنا چہ معنی دارد بلکہ تسلیم کرنا ہی ضروری ہوگا لہذا
پھر تاکیداً ارشاد فرمایا کہ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا یعنی جبکہ سب انسان اسی فطرۃ پر پیدا کیے گئے ہیں تو
پھر کیا وجہ کہ اس فطرۃ سلیمہ انسانی کو ضائع کر کر دین حنیف کو جو مقتضا فطرۃ سلیمہ کا ہے نہ قبول کیا جاوے
چونکہ اس فطرۃ سلیمہ انسانی کو اکثر انسان باغوائے شیطان اتباع ہوا و ہوس کا کر کر تبدیل کر دیتے ہیں
لہذا ان کے رد میں فرمایا کہ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ یعنی اللہ تعالی کی پیدا کی ہوئی چیز کو متغیر کرنا ہرگز
نہیں چاہیے اس بیان سے یہ بھی ثابت ہوا کہ فطرۃ صحیحہ انسانی اللہ تعالی کی ایک خاص مخلوق ہے
اور خلق اللہ عام اس سے ہے اس طرز اسلوب سے بیان کرنے میں ایک اور تاکید بھی حاصل ہو گئی یعنی جبکہ عام
اس خلق اللہ کا بگاڑ دینا ممنوع ہوا جو فطرۃ اللہ کے موافق ہو تو خود فطرۃ اللہ انسانی کا بگاڑنا ہرگز جائز
نہیں کیونکہ اسکے سبب تو ہر ایک انسان کی انسانیت قائم رہتی ہے لہذا اسکا متغیر کر دینا تو بطریق
اولی ممنوع ہوا اشاعۃ القرآن جو فطرۃ اللہ اور خلق اللہ کو مساوی قرار دیتا ہے یہ اسکی سخت غلطی
ہے کیونکہ نظم قرآن مجید کے بھی مخالف ہے اور خود اسکے اقرارات مندرجہ نمبر ۳ کے بھی مضاد ہے

کیونکہ اس نے تخصیص کے ساتھ اُس میں لکھا ہے کہ انسان فرشتے اور جنوں کو بھی اللہ تعالےٰ ایک خاص حالت پر پیدا کیا کرتا ہے یہ بھی فطرۃ اللہ کہتے ہیں۔ انسان کو جس حالت پر خالق پیدا کرتا ہے وہ یہ ہے کہ اس میں تین قوتیں رکھی ہیں قوت بہیمی قوت سبعی قوت ملکی انسان کا وجود انہیں تین قوتوں کا مجموعہ ہے اور اسی مجموعہ کا نام فطرۃ اللہ ہے پس حسب اقرار اُسکے بھی فطرۃ انسانی خاص ہے اور خلق اللہ اُس سے عام ہے اور ان دونوں کے درمیان نسبت عموم و خصوص مطلق کی ہے دیکھو صفحہ ۲۱ نمبر ۳ کو۔ اب چونکہ فطرۃ اللہ مقتضی ہے اور دین حنیف مقتضا اُس فطرت سلیمہ کا ہے لہذا فطرۃ اللہ کو دین حنیف کے ساتھ اور دین حنیف کو فطرۃ اللہ کے ساتھ ایک بڑی مناسبت ہے اور از روے تحقیق کے ایک قسم کا اتحاد بھی ہے کہ جس انسان میں فطرت سلیمہ انسانی ضائع نہ کیگئی ہو اُس انسان کو دین حنیف حاصل ہو جاویگا اور جس انسان کو دین حنیف حاصل ہو اُسمیں فطرت سلیمہ انسانی اپنی حالت پر موجود ہوگی لہذا بعض مفسرین نے ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ کی تفسیر میں اسم اشارہ ذٰلِكَ کا مشار الیہ دین حنیف کو بھی قرار دیا ہے اور بعض نے فطرۃ اللہ کو مشار الیہ بتاویل مذکور کہا ہے سبب اس اختلاف اقوال کا وہی اتحاد تحقیقی ہے جو ہمنے بیان کیا۔ الحاصل اُسی دین حنیف کو جو مطابق فطرت سلیمہ کے ہو فرماتا ہے کہ وہی دین حنیف دین مستقیم اور مستوی ہے جسمیں کسی طرح کی کجی نہیں ہے چونکہ اکثر انسان اپنی اس فطرۃ سلیمہ کو باتباع شیاطین الجن والانس بگاڑ دیتے ہیں لہذا دین حنیف کے اختیار کرنے سے محروم رہ جاتے ہیں لہذا فرمایا جاتا ہے ”وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ“ اب آگے ان اصول کو تعلیم فرماتا ہے جن سے ہر ایک انسان کو دین حنیف حاصل ہو جاوے اور فطرۃ اللہ اپنے حال پر قائم رہے اور اُسمیں کچھ بگاڑ پیدا نہ ہو اصل اول تو اللہ تعالےٰ کیطرف انابت اور رجوع ہوتا ہے اللہ اُس کی طرف رجوع ہونیکے یہی معنی ہیں کہ اُسکی جناب میں گریہ زاری کر کر دعائیں کرے اور نیز اُسکی کتاب کیطرف رجوع کیا جاوے اور تعلّم کتاب اللہ کا اُسکے رسول یا دیگر اُسکے خلفا اور آئمہ دین سے حاصل کیا جاوے تاکہ کتاب اللہ کے اسرار و حکم کا علم حاصل ہو اور پھر اُس علم سے تزکیہ قلب پیدا ہو کر درجہ احسان کا اُسکو عنایت ہو تاکہ تمام منہیات سے مجتنب رہے اور جملہ مامورات کا پابند ہو جاوے اور اس اجتناب منہیات اور تعمیل مامورات میں کسی قسم کا شرک ریا وغیرہ شامل نہ ہونے پاوے انہیں اصول کو اس آیت میں اللہ تعالےٰ یوں ارشاد فرماتا ہے مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ“

اگران اصول کی پابندی نہ کی جاوے گی تو پھر وہ فطرت سلیمہ بھی بگڑ جاوے گی لہذا آئندہ آیات میں جو مفاسد
اور فساد مذکور فرمائے گئے ہیں پیدا ہو جاوینگے کما قال اللہ تعالیٰ ان الذین فرقوا دینہم
وکانوا شیعًا الآیہ یعنی جن مشرکین نے فطرۃ انسانی کو تبدیل کرکر اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور
فرقے فرقے بنگئے آخر آیت تک ۔ اب ناظرین پر واضح ہوگیا ہوگا کہ جس آیۃ سے اشاعۃ القرآن نے مولینا
عبداللطیف صاحب کی شہادت کبریٰ کو جو عین مقتضائے فطرۃ انسانی ہے حرام موت ہونا ثابت
کرنا چاہا ہے وہی آیت اُسکے عقیدہ فاسدہ کو باطل کررہی ہے فالآیۃ دلیل لنا لا لہ اور فطرۃ کے
معنے جو احادیث صحیحہ میں موافق اسی بیان کے ارشاد فرمائے گئے ہیں اُنکی تفصیل کی اب کوئی ضرورۃ
باقی نہیں رہی صرف ایک اشارہ کے لیے ایک حدیث صحیح تحریر کیجاتی ہے عن ابی ھریرۃ
رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من مولودٍ الا
یولد علی الفطرۃ فابواہ یہودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ کما تنتج البہیمۃ
بہیمۃ جمعاء ھل تحسون فیہا من جدعاء ثم یقول فطرۃ اللہ التی فطر
الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ ذلک الدین القیم متفق علیہ مشکوۃ
صفحہ ۱۳ ترجمہ یعنی حضرت ابی ہریرہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے کہ ہر ایک بچہ فطرۃ اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر ماں باپ اُسکے کہیں یہودی بنالیتے ہیں یا نصرانی
یا مجوسی بنالیتے ہیں جیسا کہ حیوانات میں جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو صحیح سالم پیدا ہوتا ہے یعنی کسی کا
کان وغیرہ کٹا ہوا نہیں ہوتا پس لوگ اُسکے کان کاٹ ڈالتے ہیں پھر اسکی سند میں آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی فطرۃ اللہ التی الآیۃ۔

قولہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے وجود کو خلق اللہ سے تعبیر کرکر اسکی محافظت کی تعلیم کرتا ہے
ولاضلنہم ولامنینہم ولامرنہم فلیبتکن اذان الانعام ولامرنہم فلیغیرن
خلق اللہ الآیہ الی قولہ اس آیت میں خلق اللہ کی حفاظت نہ کرنے والیکو متبع شیطان اور بھاری
خسارہ پانیوالا فرمایا گیا ہے۔ **اقول** خلق اللہ چونکہ فطرۃ اللہ سے عام ہے کما مرّ دلیلہ
مع اقرارہ اور عام کے تغیر سے خاص کی تغیر لازم نہیں آتی لہذا تغیر خلق اللہ دو قسم پر ہے اول قسم
تو وہ ہے جو فطرۃ اللہ اور امر اللہ کے موافق ہو اور دوسری قسم وہ ہے جو موافق امر اللہ اور

فطرت اللہ کے نہ ہو بلکہ موافق امر شیطانی کے ہو قسم ثانی ضرور ناجائز ہے اور قسم اول تو واجب بھی
ہو سکتی ہے اور مستحب اور جائز بھی پھر اُسکو حرام یا ممنوع کیونکر کہا جا سکتا ہے مثال وجوب کی کما
قال اللہ تعالےٰ السّارق و السّارقۃ فاقطعوا ایدیھما مرد چور اور عورت چور کے
ہاتھ کاٹ ڈالو۔ دیکھو قطع ایدی میں یہاں پر تغیر خلق اللہ ضرور ہے مگر پھر بھی واجب ہے ایضاً
قال اللہ تعالےٰ انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ و یسعون فی الارض
فساداً ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف او
ینفوا من الارض ذلک لھم خزی فی الدنیا ولھم فی الاخرۃ عذاب عظیم
۶/۵ ترجمہ جو لوگ اللہ اور اُسکے رسول سے لڑائی باندھتے ہیں اور فساد کے لیے ملک میں
دوڑتے ہیں اُن کی سزا یہ ہے کہ قتل کر دیے جاویں یا انکو سولی دیجاوے یا اُن کے ہاتھ پیر اُلٹے
سیدھے کاٹ دیے جاویں یا جلاوطن کر دیا جاوے یہ تو سزا اُنکی دنیا میں ہے اور آخرت میں
اُن کے لیے بڑا عذاب ہے۔ دیکھو یہ کسقدر تغیر خلق اللہ ہے معہذا واجب ہے ایضاً قال اللہ
تعالیٰ الزانیۃ و الزانی فاجلدوا کل واحد منھما مائۃ جلدۃ و لا
تاخذکم بھما رافۃ فی دین اللہ ان کنتم تومنون باللہ و الیوم الاخر
ولیشھد عذابھما طائفۃ من المومنین ۱۸/۲ ترجمہ زنا کرنے والی عورت اور زنا
کرنے والے مرد کو ان دونوں میں ہر ایک کو سو دُرّے مارو اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں اُنپر
تمکو کسیطرح کی مہربانی آوے اگر تم اللہ اور آخرۃ پر ایمان رکھتے ہو اور وقت اُن کے سزا دینے کے ایک
جماعت مسلمانوں کی موجود رہے + ان آیات میں تغیر خلق اللہ کی کسقدر تاکید فرمائی گئی ہے
کہ طائفہ مومنین میں اُسکے اعلان کرنیکا بھی حکم ہے + غرضکہ جسقدر حدود شرعیہ مندرجہ قرآن مجید
ہیں اُنمیں کسیقدر تغیر خلق اللہ کی ضرور لازم آتی ہے حتیٰ کہ قصاص میں تو قتل نفس کا بھی حکم ہے
معہذا یہ تغیر خلق اللہ چونکہ بامر اللہ ہے لہذا واجب اور فرض ہے اگر تغیر خلق اللہ سے ایسی
عام تغیر مراد الٰہی ہوتی جیسا کہ اشاعۃ القرآن نے سمجھا ہے تو پھر عام حدود شرعیہ مندرجہ قرآن
مجید کا باطل ہونا لازم آتا و اللازم باطل فالملزوم مثلہ۔ قربانیاں اور ہدی
جو منجملہ مناسک حج کے مندرجہ قرآن مجید ہیں اور یوم النحر وغیرہ میں کیجاتی ہیں اور انسدن کا نام

ہی شارع علیہ السلام نے یوم النحر رکھا ہے جس کے معنے اونٹ کے ذبح کرنیکے بطریق مخصوص ہیں اُس دن
میں کسقدر تغیر خلق اللہ کیجاتی ہے معہذا اکثر اُنکے درجہ وجوب اور فرضیت کو پہونچے ہوے
ہیں اور بعض اُن میں سے سُنّت یا مستحب ہیں جنکا اشاعۃ القرآن کو بھی انکار نہوگا تو کیا یہ تغیرات
بھی فلیغیرن خلق اللہ میں داخل ہیں کلّا وحاشا امثلہ اُس تغیر کی جو بالاتفاق درجہ
استحباب یا اباحت میں ہیں بیشمار ہیں جنکا شمار اسجگہ پر نہیں ہو سکتا ہے قال اللہ تعالیٰ یسئلونک
ماذا احل لہم قل احل لکم الطیبات وما علمتم من الجوارح مکلبین
تعلمونہن مما علمکم اللہ فکلوا مما امسکن علیکم واذکروا اسم اللہ علیہ
واتقوا اللہ ان اللہ سریع الحساب ۝ ترجمہ تمسے پوچھتے ہیں کہ کون کون سی چیز
اُن کے لیے حلال کی گئی ہے تم اُن سے کہدو کہ کھانے کی ستھری چیزیں اور شکاری جانور جنکو تمنے
سدھار رکھا ہو جیسا تم کو خدا نے سکھایا ہے یہ شکاری جانور جو تمھارے لیے پکڑ رکھیں تو اُسکو
کھالو اور شکاری جانور کے چھوڑتے وقت اللہ کا نام لیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ تم
جلد حساب لینے والا ہے ۔ اس آیت میں قطع نظر اُس تغیر کے جو حلال جانور انسان کے ہاتھ سے
ذبح کیے جاویں شکاری کتوں سے بھی تغیر خلق اللہ کا کرانا بشرائط مندرجہ حلال کیا گیا ہے
فاعتبروا یا اولی الابصار اور چونکہ ہم رفیقۃ الوداد فی الناسی بخیر العباد میں
اتباع سنت نبوی کا وجوب ثابت کر چکے ہیں اور دعوی چکڑالوی کا دربارہ رد احادیث صحاح
مطابق قرآن مجید کے مردود ہو چکا ہے جس کا جواب اشاعۃ القرآن سے ابتک نہیں ہو سکا لہذا
ہم اس رسالہ میں احادیث صحاح سے بھی استدلال کرتے ہیں اور کرینگے کیونکہ ہم اس رسالہ میں بھی تو
بحولہ وقوتہ اُسکے اس دعوی باطلہ کا رد کرینگے ان شاء اللہ تعالیٰ ۔ مثال اُس تغیر خلق اللہ
کی جسکو موافق فطرۃ کے شارع علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے عن عائشۃ رض قالت قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشر من الفطرۃ قص الشارب واعفاء
اللحیۃ والسواک واستنشاق الماء وقص الاظفار وغسل البراجم
ونتف الابط وحلق العانۃ وانتقاص الماء یعنی الاستنجاء الی اخرہ
رواہ مسلم وفی روایۃ الختان بدل اعفاء اللحیۃ ہکذا فی المشکوۃ ترجمہ

دس خصلتیں فطرت سے ہیں مونچھوں کا تراشنا داڑھی کا چھوڑنا مسواک کرنا ناک میں پانی ڈالکر ناک کو صاف کرنا ناخونوں کا تراشنا انگلیوں کے جوڑوں کو دھونا بغل کے بالوں کا لینا زیر ناف کے بالونکا مونڈنا استنجا کرنا پانی سے اور ایک روایت میں ختنہ کرنا بدلے داڑھی کے چھوڑنے کے بھی آیا ہے۔ دیکھو اس حدیث میں مونچھوں کا تراشنا معہ داڑھی کے چھوڑنے کے مسواک کا کرنا ناک میں پانی ڈالکر ناک کو صاف کرنا ناخونوں کا تراشنا ہاتھ پیر وغیرہ انگلیوں جوڑوں کو میل کچیل سے دھوکر صاف کرتے رہنا بغل اور ناف کے نیچے کے بالوں کا مونڈنا اور ختنہ کرنا وغیرہ وغیرہ اگرچہ تغیر خلق اللہ میں داخل ہے مگر اسکو عین فطرت اللہ فرمایا گیا ہے کیونکہ ان کل چیزوں کو فطرت سلیمہ انسانی مستقذر اور مکروہ جانتی ہے لہذا اگر تغیر خلق اللہ کا حکم تحت میں والرجز فاھجر کے داخل ہے نہ لاتبدیل لخلق اللہ میں خلاصہ یہ ہے کہ جسطرح مرض اور اسباب مرض کا حتی الامکان تغیر اور دور کرنا ضروری ہوتا ہے باوجودیکہ خلق اللہ ہی اور جس میں کچھ نہ کچھ تغیر خلق اللہ ضرور واقع ہوجاتی ہے اسی طرح بہت سے ایسے احکام شرعیہ ہیں جنمیں تغیر خلق اللہ تو ہے مگر چونکہ وہ احکام بامر اللہ ہیں لہذا وہ تغیر مباح یا واجب اور فرض ہے اور ہزاروں مصنوعات انسانی اور ہزاروں قسم کی کھانے پینے کی چیزیں پہرنے وغیرہ وغیرہ کی چیزیں جنمیں تغیر خلق اللہ ضرور ہوتی ہے مگر وہ بالضرور مباح اور جائز ہے کیوں قال اللہ تعالیٰ خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا اگر تغیر خلق اللہ مطلقاً حرام ہو تو پھر کوئی دنیا کا کام چلیگا اور نہ دین کا کیا اشاعۃ القرآن علاوہ ضائع کرنے قرآن مجید کے تمام دنیوی اور دینی کارخانوں کو بھی مسدود اور مفقود کرنا چاہتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ کیونکہ بغیر تغیر مناسب کے نہ دنیا میں کوئی خوبی پیدا ہوگی نہ دین میں اسلیے کہ مثلاً انسان جیساکہ ماں کے پیٹ سے لاعلم پیدا ہوتا ہے اگر اس میں ترقی کے ساتھ تغیر نکریگا تو بالکل جاہل رہے گا صدق اللہ تعالیٰ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ چونکہ اس آیت میں لفظ ما صیغ عموم سے ہیں لہذا اس تغیر کو بھی شامل ہے جو بموجب اوامر آلہی کے انسان اپنے نفس کی اصلاح میں تبدیلی پیدا کرے۔

ہاں مجکو خوب یاد آیا کہ جناب مولوی عبداللہ صاحب کی جس وقت ولادت باسعادۃ ہوئی تھی آپکے والدین ماجدین سے بموجب آپکے مذہب کے بہت ہی بڑی خطا واقع ہوئی کہ

آپ کو اُن مقبلی میں سے جسمیں جنین خاص بخلق اللہ ملفوف ہوتا ہے بر آمد کر کر تغییر خلق اللہ کے مرتکب ہوئے جو آپ کے نزدیک مطلقاً حرام ہے اور بموجب آپ کے مذہب کے حسب الحکم فلیغیرن خلق اللہ کے ایک فعل شیطانی ہے اور پھر معہذا معاً قطع آنول نال کا بھی ارتکاب کیا گیا کہ وہ بھی بموجب آپ کے مسلک کے فلیغیرن خلق اللہ ہی میں داخل ہے کاش اگر ان دونوں فعلوں حرام کے آپکے والدین ماجدین مرتکب نہ ہوتے تو پھر آپ اس سن پیری نابالغی تک پہونچتے اور نہ عوام آپکے دام تزویر میں پھنستے - خیر مضیٰ ما مضیٰ مگر اب آپکو لازم ہے کہ جسقدر عوام آپ کے دام تزویر میں پھنس گئے ہیں اُن تمام کے گھر ونمیں یہ حکم الٰہی بتاکید واسطے عملدر آمد کے آپ ضرور پہنچا دیویں تاکہ یہ فتنہ دجالی جو آپ کی ذات بابرکات سے اسلام میں پیدا ہو گیا ہے فرو ہو جاوے اور میرا ذمہ ہے کہ اس عملدر آمد کے بعد انشاء اللہ تعالےٰ پھر آپکے شاگردونکی نوبت عقیقہ تک بھی نہیں پہونچیگی جس میں آپ کو سنت نبوی پر عملدر آمد کرنے کی خواہ نہ خواہ تکلیف اُٹھانی پڑے اور پھر اسپر علاوہ یہ فائدہ بھی ہوگا کہ آپکے تمام تلامذہ کو مرتبہ فنا فی الشیخ کا بھی حاصل ہو جاوے گا اگر آپ کو یہ عرض کچھہ ناگوار خاطر معلوم ہو کہ ولکن کا ختیون الناصحین بھی وارد ہے تو پھر اس میری گذارش کو مجھے واپس کیجیے مگر پھر فلیغیرن خلق اللہ کے وہ معنی آپکو تسلیم کرنے پڑینگے جو میں نے یہاں پر لکھے ہیں من ابتلی ببلیتین فلیختر اھونہما آپ کا اختیار ہے کہ دونوں بلاؤں میں سے جو آپکو آسان معلوم ہو اُسکو اختیار کریں -

پس ثابت ہوا کہ تغییر خلق اللہ مطلقاً حرام نہیں ہے بلکہ وہی تغیر حرام ہے جو باشیطانی ہو اسی لیے خود اسی آیت میں واسطے تنبیہ ایسے ہی لوگوں کے جو مدعی اشاعۃ القرآن کے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے دو مرتبہ تاکیداً اُسی تغیر کو منع فرمایا ہے جو امر شیطانی سے ہو کما قال اللہ تعالےٰ ولآمرنھم فلیبتکن آذان الانعام ولآمرنھم فلیغیرن خلق اللہ یعنی میں انکو امر کرونگا کہ بتونکی نیاز کے جانوروں کے کان چیرا کرینگے اور میں انکو حکم کرونگا کہ میرے امر کی بموجب خدا کی بنائی ہوئی چیزونکو بگاڑا کرینگے لیکن باوجود ایسی تنبیہ تاکیدی کے پھر بھی اشاعۃ القرآن متنبہ نہیں ہوا اور نسمجھا کہ تغیر خلق اللہ تو وہ حرام ہے جو شیطان کے دست

بنانے سے اور شرک اور بدعات میں اُسکی پیروی کرنے سے پیدا ہو نہ وہ تغیر جو بامر ربانی اور تقاضائے محبت رحمانی کے پیدا ہو کما قال اللہ تعالیٰ فی ھذہ الآیۃ وَمَن يَتَّخِذِ الشَّيْطَانَ وَلِيًّا مِّن دُونِ اللَّهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِينًا اور جو شخص کہ شیطان کو اللہ تعالیٰ کے سوا دوست پکڑے تو وہ بڑے کھلے ہوئے گھاٹے میں آگیا + یعنی جو شخص اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکموں کے سوا شیطان کو دوست رکھکر اُسکے حکموں کی پیروی کرے تو وہ صریح ٹوٹے اور گھاٹے میں آگیا۔ پس وہ تغیر کیونکر حرام ہوسکتی ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے واسطے جانچنے کمال ایمانی مومنوں کے پیشتر سے اُسکے آمادہ اور مستعد رہنے کے لیے بطور پیشین گوئی کے بیان فرمادیا ہو کما قال اللہ تعالیٰ وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ

ترجمہ اور مت کہو اُن لوگوں کو جو خدا تعالیٰ کی راہ میں مارے جاتے ہیں مرا ہوا وہ تو مردہ نہیں بلکہ زندہ ہیں اور اُنکی زندگی کی حقیقت تم نہیں سمجھتے اور البتہ ہم تمکو آزمائیں گے کچھہ خوف سے اور بھوک سے اور مال اور جانوں کی کمی سے اور پھلوں کی کمی سے اور خوشخبری سنادو صبر کرنے والوں کو یہ وہ لوگ ہیں کہ جب اُنپر مصیبت پڑتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہمتو اللہ ہی کے ہیں اور بیشک ہم اُسی کیطرف لوٹکر جانے والے ہیں یہی لوگ ہیں جنپر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہیں اور عنایت ہے اور یہی لوگ ہادی اور مہدی ہیں +

اس آیت میں یہ فضائل ایسے لوگوں کے بیان فرمائے گئے ہیں جنھوں نے اپنی جانوں اور مالوں اور اولاد و اعزہ وغیرہ کو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں یہانتک متغیر کیا کہ بالکل ہلاک اور فنا ہی ہوگئے مگر یہ فضائل کسی اور کے لیے قرآن مجید میں نہیں پائے جاتے اوّل تو صلوات بصیغہ جمع یعنی انواع انواع کی رحمتہائے الٰہی جو آخرت میں اُنکو ملیں گی کہ جنکے مقابلہ میں دنیاوی مصائب اور تغیرات کی کچھہ پروا نہیں اور دنیا میں بھی اُن کے لیے رحمت عظیمہ بعوض مصیبت دنیوی کے عنایت ہوگی کہ وہ دنیا میں اُنکا ذکر خیر وغیرہ جاری رہنا ہے اور ایسے ہی لوگوں کا ہادی

اور مہتدی ہونا بیان فرمایا گیا کیونکہ ایسے ہی لوگوں نے حق ربوبیت اپنے رب العلمین کا اور حق عبودیت اپنا جو رب العالمین کے ساتھ ہے پورے طور پر ادا کیا اور جن لوگوں سے یہ وفا ظہور میں نہیں آئی انکو ان فضائل میں سے کچھ حصہ نملے گا کیونکہ نظم قرآنی سے حصر ثابت ہوتا ہے چہ جائے اُن لوگوں کے جو ایسی وفا کے منکر اور مکذب ہوں۔ اب ناظرین سے انصاف طلب ہے کہ کیا اشاعۃ القرآن ابتک بھی اضاعۃ القرآن نہیں ہوا۔

قولہ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے وجود کو امانت اللہ سے تعبیر کر کر اُسکی حفاظت کی تاکید کی ہے اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ الآیہ الیٰ قولہ ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ جو شخص اللہ کی دی ہوئی امانت یعنی وجود کی حفاظت و رعایت نہ کرے وہ ظالم ہے جاہل ہے منافق ہے مشرک ہے جس ظلم و جہل کی سزا عذاب دوزخ تک ہے رَبَّنَا لَا تَجۡعَلۡنَا مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ

اقول اشاعۃ القرآن نمبر ۳ صفحہ ۲۴ میں اقرار موجود ہے کہ مراد امانت سے فطرۃ اللہ ہی جو مجموعۂ قوت بہیمی قوت سبعی اور قوت ملکی کا ہے نہ صرف قوت بہیمی اور سبعی جو متعلق جسم خاکی حیوانی سے ہے اور انھیں مجموعہ قواء سہ گانہ کو صحیح طور پر مطابق کتاب اللہ کے استعمال کرنے کا بھی اقرار موجود ہے جس کا نام فطرت اللہ کی حفاظت رکھا ہے اور اُسی نمبر میں اسی آیت کے تحت میں یہ اقرار بھی کیا ہے کہ اس آیت میں فطرۃ اللہ کی محافظت نہ کرنے کو اور اُسمیں تبدیل کو ظلم و جہل سے تعبیر کیا ہے۔ اور یہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ فطرۃ اللہ مقتضی ہے اور دین حنیف ملۃ اسلامیہ اُسکا مقتضٰی ہے لہٰذا اس امانت یعنی فطرۃ اللہ کا صرف انھیں موقعوں پر استعمال کرنا چاہیے جن میں امر اللہ صادر ہے تاکہ درجہ کمال ایمان مومنین اور مومنات کامل کا حاصل ہو جیساکہ مولانا عبد اللطیف شہید اکبر کو حاصل ہوا کما قال اللہ تعالیٰ قبل ھٰذہ الآیۃ مَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ فَقَدۡ فَازَ فَوۡزًا عَظِیۡمًا۔ پس اعلاء کلمۃ اللہ اور تبلیغ تعلیم اسلام سے بڑھ کر اور کونسا محل و موقع اُسکے استعمال کا ہوگا اور اگر اس امانت کا استعمال بارہ مطابق کتاب اللہ کے نہ کیا جاوے تو حسب اقرار اشاعۃ القرآن کے

وہی ظلم ہے اور جہل بھی ہے جو منشا ظلوما جہولاً کا ہے اور جس کے لیے وعید لیعذب
الله المنافقین و المنافقات و المشرکین و المشرکات موجود ہے۔

ہاں البتہ یہ امر بھی ضروری مسلم ہے کہ فرط محبت الٰہی کے سبب اس فطرۃ اسکے صرف کرنے
میں بھی بظاہر اپنے نفس کی حق تلفی ہی معلوم ہوتی ہے جسکی طرف لفظ ظلوماً مشعر ہے
اور فرط محبت کے سبب چونکہ ایذاء مصائب وارده سے عاشق بالکل بیخبر رہتا ہے لہٰذا
جہولاً کا بھی مصداق ہوجاتا ہے اور اسی لیے اندھے لوگوں نے ایسے عاشقان الٰہی کو مجنون
اور دیوانہ کہا ہے حافظ شیراز انھیں کے قول کو تسلیم کر کر کہتا ہے ؎

آسماں بار امانت نتوانست کشید   قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند

لیکن انکے لیے بشارت لیتوب الله علی المؤمنین والمؤمنات موجود ہے۔ کیونکہ رد
پس ان مواقع استعمال سے اُس فطرت سلیمہ کا روکنے والا منافقین اور منافقات میں
بالضرور داخل ہوگا جیسا کہ مدعیان اشاعۃ القرآن کا حال ہے اسی لیے اس آیت میں
یہ آیت ذیل بھی اس مضمون کو تاکیداً بیان فرمارہی ہے لیعذّب الله المنافقین
والمنافقات والمشرکین والمشرکات

نکتہ قابل یادداشت

اس آیت میں فطرت اللہ کو جو بلفظ امانت اللہ تعبیر فرمایا گیا ہے اُسمیں سِر یہ ہے کہ
کسی کی امانت کا استعمال اور تصور صورت غیبوبت مالک امانت کے ایسے محل اور موقع پر
کرنا جہاں جہاں مالک کا حکم صادر ہے نہایت دشوار ہوتا ہے اور یہ حق امانت ادا کرنا انھیں
مومنین کا کام ہے جنکا ایمان درجہ احسان کو پہنچ گیا ہو جیسا کہ منشا حدیث صحیح متفق علیہ کا ہے
کہ الاحسانُ اَن تعبُدَ اللهَ کانّکَ تراہُ فان لّم تکن تراہُ فانّہٗ یراکَ اور
اگر یہ درجہ احسان کا حاصل نہیں ہے تو پھر امانت میں بالضرور خیانت واقع ہو جاتی ہے جیسا کہ
مشاہدہ ہے کہ اکثر اشخاص امانت میں جبکہ مالک امانت غائب ہو کچھ نہ کچھ خیانت کرہی لیتے
ہیں لیکن جبکہ امین مالک امانت کو دیکھ رہا ہو یا اُسکے علم میں یہ امر ہو کہ مالک امانت مجکو دیکھ
رہا ہے تو پھر امانت میں خیانت کا کرنا دشوار ہوجاتا ہے لہٰذا اس امانت اسکے صحیح استعمال

یاد کرنے میں ایک ایسے امام الزمان نائب رسول انس و جان مسیح موعود اور مہدی مسعود کی ضرورت واقع ہوئی جو اپنے متبعین پہ تلاوت کتاب بھی کرے اور نیز اسکی تعلیم اور اسکی حکمت کے بھی تعلیم نائب رسول ہو کر ایسی کرے کہ ان کا تزکیہ قلب ہو کر درجہ احسان انکو حاصل ہو جاوے تاکہ ہر ایک فرمانبرداری میں جو متعلق اس امانت کے ہے اس مالک امانت کا انکو مشاہدہ رہے اور پھر وہ امانت ایک نہایت دیانت کے ساتھ موقع اور محل پر استعمال کی جاوے الحمد للہ کہ اس امانت کے مالک کو دکھلاتے والا مصداق آیت وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ کا پورا مصداق اس چودھویں صدی میں مبعوث ہو گیا ہے حتیٰ کہ اسکے دو متبعین صادقین نے اس امانت اللہ کو اپنے محل پر خرچ بھی کر دیا ہے ورنہ کیا ممکن تھا کہ بغیر حصول درجہ احسان کے یہ امانت اپنے محل پر کوئی صرف کر سکتا اور یہی سبب ہے قوی اشاعۃ القرآن کی اس تکذیب کا جو ایسے درجہ احسان کی نسبت واقع ہو رہی ہے کیونکہ ان کے حق میں تو آیت مذکورہ نے فیصلہ قطعی کر دیا ہے کہ وہ تو مصداق منافقین اور مشرکین کے ہیں جنکو ادنیٰ درجہ ایمان کا بھی حاصل نہیں چہ جائیکہ درجہ احسان کا حال ہو ورنہ کوئی صاحب اس قرن پر فتن میں ایسی استقامت اور ثبات ایمانی کا نمونہ بتلا دیں بینوا توجروا۔

کیا اب بھی آپ کا رسالہ اشاعۃ القرآن اضاعۃ القرآن نہیں ہوا صدق اللہ العلی العظیم وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًی وَّلَا کِتٰبٍ مُّنِیْرٍ وصدق رسولہ الکریم حتیٰ یخرج فی بقیتہم الدجال۔ کاش مدعیان اشاعۃ القرآن جیسا چاہئے سو آپ کرتے مگر قرآن مجید میں ایسے تلبیس اور تدلیس کو کام میں نہ لاتے تاکہ چند جہلا اور عوام انکے دام تزویر میں نہ پھنستے ولنعم ما قیل

حافظا مے خور و رندی کن و خوش باش ولے ۔ دام تزویر مکن چوں دگراں قرآں را

افسوس ہے کہ جو مومنین کاملین اس امانت الٰہی کو حسب الحکم مالک امانت کے اپنے موقع اور محل میں صرف اور رد کر دیں تو اشاعۃ القرآن اس دہی اور رد امانت کو حرام کہے اور امانت میں خیانت کرنیکو واجب قرار دیوے شَرَعُوْا مِنَ الدِّیْنِ مَا لَمْ یَاْذَنْ بِهِ اللّٰهُ اب مالک امانت کا حکم سنو ارشاد فرماتا ہے وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَوْ

مُتُّم لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ٭ اور البتہ اگر اللہ کی راہ میں تم
قتل کیے جاؤ تو اللہ کیطرف سے جو مغفرت اور رحمت تمکو ملے گی وہ اُن کل چیزوں سے افضل اور
بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔ یہ تو قتل اور موت فی سبیل اللہ کا حال ہے اور اگر یہ ہر دو
موت اور قتل فی سبیل اللہ نہیں ہیں تو اللہ تعالیٰ کیطرف تو تم ضرور حشر کیے جاؤ گے مگر اس
صورت میں وہ مغفرت اور رحمت الٰہی تمکو کیونکر حاصل ہو سکتی ہے بلکہ برعکس اُسکے سوء
حسرت اور ندامت یا غضب الٰہی کے تمکو اور کیا حاصل ہوگا۔ جیسا کہ اوپر کی آیت میں کہ
فرمایا گیا ہے۔ کما قال اللّٰہ تعالیٰ لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ

قَوْلُہٗ صفحہ ۲۰ سطر ۱۶۔ ان آیات میں یعنی آیت أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا
نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَأَحَلُّوا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا وَبِئْسَ الْقَرَارُ
میں اللہ تعالیٰ نے نعمت اللہ یعنی اپنے دیے ہوے وجود کو ضائع و برباد کرنیوالیکو کافر
و جہنمی فرمایا ہے۔ اَقُوْلُ اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم اس آیت میں
اشاعت القرآن نے نظم آیت اور معانی میں عجب طرح کی تحریف کی ہے وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ
لہذا ہم اس آیت کو مع آیت سابقہ کے ناظرین کے روبرو پیش کرتے ہیں فرمایا اللہ تعالیٰ نے
أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا
ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا
وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ٭ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ
خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ
يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي
الْآخِرَةِ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظَّالِمِينَ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ أَلَمْ تَرَ
إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَأَحَلُّوا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ جَهَنَّمَ
يَصْلَوْنَهَا وَبِئْسَ الْقَرَارُ ٭ حاصل اس آیت کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ استحکام
کلمہ طیبہ توحید اسلام کو مدعیان اشاعۃ القرآن جیسے لوگوں کی ہدایت کے لیے بطور مثل کے
بیان فرماتا ہے کہ یہ کلمہ طیبہ توحید اسلام کا مومنین کے حق میں ایسا مضبوط اور مستحکم ہوتا ہے

جیسا کہ ایک درخت طیب مثلاً کھجور یا چھوارے کا درخت ہوتا ہے جسکی جڑ زمین میں خوب مضبوطی سے جمی ہوئی ہو کہ اُسکے عروق اور جڑیں زمین کی تہ میں پھیلے ہوے ہوں جب جو مو اُس کے استحکام کا ہے اور شاخیں اُسکی آسمان کیطرف بلند ہوں یعنی ظاہر و باطن میں پورا استقلال رہے اسطرحپر کلمہ طیبہ توحید اسلام کا بسبب دلائل قاطعہ کے جو مومنوں کے پاس ہیں اور نیز بسبب مکاشفات اور انواع انواع انعام و اکرام الٰہی کے جو مومنین محسنین کو حاصل ہوتے ہیں یہ شجرہ طیبہ مومنین کے حق میں راسخ اور مضبوط ظاہر باطن میں ہوجاتا ہے اور اُس ثبات و استقامت کی جزا میں اُنکو ہر وقت میں طرح طرح کے انعام و اکرام ہوتے رہتے ہیں اور اللہ تعالےٰ ایسے ظاہر بینوں کے لیے جو حقیقت کو بھولے ہوے ہیں اسلیے یہ مثالیں بیان فرماتا ہے تاکہ ان حقائق اسلامیہ کو جنسے وہ محض نابینا و ناآشنا ہیں سمجھیں اور سوچیں اور پھر بمقابل اس شجرہ طیبہ مستحکم کے ایسے لوگوں کے کلمہ خبیثہ کی مثال اُس گندے درخت کی سی ہے جسکو کچھہ ثبات و قرار نہیں کہ ذرہ سی ہواء ابتلا سے زمین کے اوپر اوپر سے جڑ سے اُسکا اکھاڑ دیا جاتا ہے پھر اُس درخت محبت الٰہی میں شاخیں اور پھل کیونکر آسکتے ہیں اور اللہ تعالےٰ مومنین کاملین کو اس کلمہ توحید پر جیوۃ دنیا میں بھی ثابت اور مستقیم رکھتا ہے اور آخرت میں بھی بوقت سوال ثابت قدم رکھے گا لیکن جو لوگ اس قول اور کلمہ پاکیزہ پر ثابت قدم رہنا نہیں چاہتے اُن ظالمونکو گمراہ کر دیتا ہے کہ وہ ایسے ابتلاؤں کے وقت ثابت قدم نہیں رہ سکتے کیونکہ اسباب استقامت کو کھو بیٹھتے ہیں اور فطرت اللہ کو جو نعمت اللہ ہے اور مقتضی دین حنیف کی ہے اُسکو ضائع اور تبدیل کر دیتے ہیں کہ کلمات کفریہ اپنی زبان پر جاری کرلیتے ہیں پھر فَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ الآیۃ کا مصداق کہاں سے حاصل ہو اور زبان تو ایک ایسی نعمت اللہ ہے جس سے اظہار کلمہ طیبہ کا بھی کرسکتے تھے اُنھوں نے اس نعمت نطق کو بھی تغییر و تبدیل کر دیا تو اسلیے اپنے آپکو بھی ہلاک کیا اور اپنی قوم کو بھی ہلاک کر دیا کہ وہ بھی متزلزل ہوگئی لہٰذا بالآخر اُنکی قوم اور خود بھی جہنم میں داخل ہوں گے اور وہ بُرا ٹھکانہ ہے۔

اب ناظرین کل آیت میں ذرہ غور کر کر فرماویں کہ یہ آیت دعوی فاسد نناعۃ القرآن کو

کس زور و شور کے ساتھ باطل کر رہی ہے اور مانا ہم نے کہ نعمت اللہ سے مراد یا تو وہی فطرۃ اللہ ہے جو مقتضی دین حنیف کی ہے اور استقامت اور ثبات کے لیے موجب ہے یا مراد نعمۃ اللہ سے نطق لسانی ہے جس سے کلمہ طیبہ توحید اسلام کا اظہار ہو سکتا ہے کہ یہ بھی بڑی نعمت اللہ ہے **مصرعہ** حکیم سخن بر زباں آفریں ✣ اور نظم آیت سے جسمیں کلمہ طیبہ اور قول ثابت کا مذکور ہے نعمت اللہ سے بلا تکلف یہ نطق لسانی ہی مراد ہو سکتا ہے جسکو انھوں نے ضائع کر دیا پس یہ تو عکس القضیہ ہے کہ اس وجود حیوانی کی تو حفاظت کیجاوے اور اُس کلمہ طیبہ توحید اسلام کی اضاعت ہو۔ اے اشاعت القرآن تو چاہتا ہے کہ اس اپنی تزویر اور تسویل شیطانی سے جملہ تعلیم قرآنی کو قرآن مجید کے پردہ میں چھپکر برباد کر دیوے وانی لک ھذا۔ کاش اشاعت القرآن جو چاہتا کرتا لیکن عوام کے گمراہ کرنے کے واسطے قرآن مجید کو اپنا دام تزویر نہ بناتا۔ ولنعم ما قیل۔

حافظا می خور و رندی کن و خوش باش ولے ✣ دام تزویر مکن چوں دگراں قرآں را

کیا اب بھی اشاعۃ القرآن اضاعۃ القرآن نہیں ہوا۔

قولہ اس آیت میں یعنی وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُكَةِ پ۲ میں اپنے وجود کو ہلاکت میں ڈالنے کی سخت نہی کی ہے خلاصہ یہ ہے کہ اپنے وجود کو محفوظ و سلامت رکھنا فرض ہے اور اُسکو ہلاک کرنا کفر و عصیان ہے۔ **اقول** اولاً ہم کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ قرآنی تو اشاعۃ القرآن کے نزدیک بھی مسلم ہے کہ لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا۔ اگر قرآن غیر اللہ تعالے کیطرف سے ہوتا تو بالضرور اُسمیں اختلاف کثیر پاتے۔ اگر اس آیت کے یہ معنی ہیں جو اشاعت القرآن نے سمجھے ہیں تو بیان کیا جاوے کہ جو نصوص قطعیہ اموال اور نفوس کے فی سبیل اللہ خرچ و انفاق کرنیکے لیے گذر چکے ہیں اور آیندہ بھی آوینگے اُنکے کیا معنے ہو وینگے کیونکہ اندریںصورت تو قرآن مجید میں اختلاف کثیر کا ہونا لازم آتا ہے واللازم باطل باتفاق الفریقین فالملزوم مثلہ۔ ثانیاً ہم دریافت کرتے ہیں کہ اگر ایک جماعت قزاق اور ڈاکوؤں کی کسی جماعت کے مار ڈالنے اور لوٹنے کے لیے چڑھ آوے تو جماعت ثانی اگر اُسکا مقابلہ یا ذب و دفع کرتی ہے تب بھی تہلکہ میں پڑتی ہے اور اگر دفاع نہیں کرتی جب بھی تہلکہ میں پڑے گی کہ وہ

قتل بھی کر جاوینگے اور لوٹ کر بھی لیجاوینگے پس ہر دو مشکل اسبارہ میں یہ آیت کیا حکم ارشاد فرماتی ہے مگر بہر صورت حکم آیت مذکورہ کا بموجب تمھارے مسلک کے تو نعوذ باللہ لغو ہی ہو گیا کہ اپنے تئیں تہلکہ میں ڈالنے سے کو بصورت دونوں صور تو منیں سے خالی نہیں فاین المفر بیّنوا توجروا۔

ثالثاً ہم کہتے ہیں کہ ہزاروں صحابہ کرام مہاجرین و انصار جن کی مدح و ثنا قرآن مجید میں مندرج ہے دشمنوں کے دفاع میں کوشش کر کر کیوں مقتول ہو گئے اور جبکہ وہ اس نہی قرآنی کی مخالفت کرنے والے تھے تو حرام موت مرے پھر انکی مدح و ثنا قرآن مجید میں کیوں مندرج ہے اور حضرت امام حسین نے تو سر تاپا آپکے نزدیک اس نہی کی سخت مخالفت کی کیونکہ درمیان امام حسین اور انکے مخالفین کے کوئی تفرقہ کفر اور اسلام کا بھی نہیں تھا صرف بظاہر ایک خلیفہ و قت اہل اسلام کلمہ گو کی بیعت کا اقرار وہ بھی زبانی کر لینا تھا دگر ہیچ تو کیا وہ بھی آپکے نزدیک حرام موت مرے ہیں یہی سبب ہے کہ ایسے تذکرہ پر آیت تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۔ پڑھدیا کرتے ہیں اگر یہ روایت آپکی نسبت صحیح ہے تو مجکو آپکے اس دعوے اشاعت القرآن پر بڑا ہی افسوس پیدا ہوتا ہے کیونکہ یہ آیت جسجگہ پر ذکر فرمائی گئی ہے اُسجگہ حضرت ابراہیم اسماعیل اسحاق اور یعقوب وغیرہم کا ذکر ہے جنکو تلك امة فرمایا گیا ہے کیونکہ اسم اشارہ تلك کا مشار الیہم یہی جماعت انبیاء و مرسلین کی ہے کیا یہ جملہ انبیاء اولوالعزم جن کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو امر ہے کہ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ آپکے نزدیک حرام موت سے مرے ہیں شاید آپ کہدیویں کہ ہاں حضرت ابراہیم و اسمٰعیل نعوذ باللہ ارتکاب حرام موت کیلیے مستعد اور آمادہ ہو گئے تھے ثم نعوذ باللہ من هذا القول مثل البول۔ الحضرت مدعیان اشاعت القرآن یہ آیت بھی تو آپ کے دعوے کو رد کر رہی ہے کیونکہ اسکے ترجمہ کا ماحصل یہی ہے کہ یہ جماعت اولوالعزم انبیاء کی جو بڑی استقامت والی ثابت رہنے والی ظاہر و باطن میں توحید اسلام پر تھی معہ اپنے اعمال صالحات اور تبلیغ دین اسلام اور امر بالمعروف اور وصایائے نیک کے گذر چکے اُن کے اعتقادات حقہ اور اعمال صالحہ اور اخلاق حمیدہ کے اجور انھیں کیلیے ہیں تمھارے لیے اگرچہ تم اُن کی اولاد ہو یا اُن کے ساتھ نسبت رکھتے ہو اُن کے اجور میں سے کچھ حصہ نہیں مل سکتا کیونکہ تمھارے لیے انھیں اعمال کا اجر ملے گا جو تمنے کیے کیونکہ تم سے

اُن کے اعمال کا سوال نہیں کیا جا سکتا اگر فرضًا وہ کسی سیئہ کے مرتکب ہوتے یہ کلام بموجب
عندیہ مخاطبین کے فرمایا گیا ہے کیونکہ مخاطبین ان انبیاء کو اپنا ہم عقیدہ خیال کرتے تھے
کما قال تعالیٰ اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطَ كَانُوْا
هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى پس چونکہ سوال کرنا عمل غیر سے عند اہل العقل والعدل غیر معقول ہے لہذا
اُن کے اعمال صالحہ اور استقامت و ثبات وغیرہ کا اجر بھی تمکو نہیں مل سکتا جبکہ تم اُن کے وصایا
اور سنن کے متبع اور پیرو ہی نہیں ہو پھر اجر کیسا۔

اور پھر یہ عرض ہے کہ جماعت صحابہ کرام اور اہل بیت عظام قَدْ خَلَتْ کی مصداق کیونکر ہو سکتی
ہے نزول قرآن تو اُن کے وقت ہی میں ہوا ہے وہ اُن کے بعد دریتاخلیفینا تو ایسی قدخلت ہے
کہ ہمکو ہر ایک رکعت نماز میں انکی صراط مستقیم کی ہدایت طلب کرنے کا حکم ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ
الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ
اٰمِیْن۔ رابعًا اب ہم چار و ناچار آیت مذکورہ کے وہ معنی صحیح بیان کیے دیتے ہیں جس میں
کوئی فساد لازم نہ آوے گا انشاء اللہ تعالیٰ آپ کے فساد ونہیں ہے۔ ایحضرات آیت پوری
یوں ہے وَ اَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ وَ اَحْسِنُوْا
اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو یعنی سب کچھ خرچ کرو یہاں پر
مفعول اَنْفِقُوْا کا جو مذکور نہیں وہ اسلئے تعمیم کے حذف کیا گیا ہے دیکھو مطول وغیرہ کو یعنی
اگر مال خرچ کرنیکی حاجت ہو تو مال خرچ کرو اور اگر قوائے جسمانی کے صرف کرنیکی ضرورۃ آپڑے
تو قوائے جسمانی خرچ کرو حتیٰ کہ اگر دفاع حملجات اعداء میں نفوس کے خرچ کر دینے کی ضرورت آپڑے
تو نفوس کو بھی خرچ کر دو ایسے انفاق سے تم ہلاکت سے بچ جاؤ گے کیونکہ یہ قوت دفاع
جو فطرت انسانی میں مرکوز ہے ایک بڑا عظیم الشان محافظ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان
کے لیے پیدا کیا گیا ہے اگر یہ قوت دفاع انسان میں نہ ہوتی تو کوئی انتظام عالم کا کسی گورنمنٹ
سے بھی نہ ہو سکتا بلکہ دنیا میں ایک غدر عظیم پیدا ہو کر نوع انسان کا خاتمہ ہو جاتا
اور سب انسان غار تہلکہ میں جا پڑتے لہذا یہ قوت دفاعی جو انسان میں فطرتی موجود ہے
خود ایک گورنمنٹ محافظ انسان کا ہے لہذا تم عدم انفاق سے خود اپنے تئیں تہلکہ

میں مت ڈالو اور ایسے نامردمت بنو کہ باوجود موجود ہونے اموال اور قوت جسمانی اور موجود ہونے خدم اور حشم اور سامان دفاع کے اپنے اعدا کے حملجات کا دفاع نہ کرو اس خیال فاسد سے کہ اللہ تعالیٰ ہمکو اس دفاع حقہ میں ہماری امداد نفرماوے گا بلکہ اللہ تعالیٰ سے تم حسن ظن رکھو کہ اگر یہ تمھارا دفاع ناجائز نہیں ہے اور حق پر ہے تو اللہ تعالیٰ تمھاری مدد کرے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے احسان کرنے والوں کو اور نیکو کاروں کو دوست رکھتا ہے اور اپنا محبوب گردان لیتا ہے پھر تمکو کیونکر مخذول کرے گا۔ ولنعم ماقیل

اے کریمے کہ از خزانۂ غیب — گبر و ترسا وظیفہ خور داری

دوستاں را کجا کنی محروم — تو کہ با دشمناں نظر داری

اب دیکھو کہ اس آیت میں کس لطف اور خوبی سے تمام دفاع مضرات کے اور معالجات امراض وغیرہ کے بھی شامل ہو گئے اور ہلاکت روحانی جو معاصی وغیرہ ہیں اُن کا دفاع بھی اس میں آگیا اور استقامت و استقلال اور شجاعت اور سخاوت وغیرہ وغیرہ کل صفات حمیدہ بھی اسمیں شامل ہو گئے۔ ہاں البتہ البتہ یہ لحاظ ضروری رہنا چاہیے کہ کوئی انفاق خلاف اوامر الٰہی کے نہ ہونے پاوے کیونکہ پھر تو وہی انفاق جو خلاف امر الٰہی کے ہو موجب تہلکہ کا ہو جاوے گا اور پھر وہ مانہی وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ ضرور وارد ہو گی لیکن مسئلہ ماتحن فیہا میں حسب تصریح نصوص بینہ محکم قرآنی کے مولانا عبد اللطیف شہید اکبر کے اپنے نفس کا انفاق نہایت درجہ اپنے محل پر واقع ہوا ہے جیساکہ آیات بینہ سے اوپر ثابت ہو چکا افسوس کہ آپ نے حسب مصداق لا تقربوا الصلوٰۃ کے ایک پارہ آیت سے تمام قرآن مجید کو بھی باطل کرنا چاہا اور مرسلین اولو العزم اور اُن کے متبعین کی استقامت اور استقلال اور صفت شجاعت کو بھی اپنے مسلک کے بموجب غارت کرنے کا ارادہ کیا فصدق اللہ تعالیٰ وَمِنَ النَّاسِ مَن يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتَابٍ مُّنِيرٍ

اگر کہا جاوے کہ مولانا عبد اللطیف صاحب نے ایسی گورنمنٹ ظالم کے ملک سے ہجرہ کیوں نہ کرلی اگر وہ ہجرہ کر لیتے تو البتہ قتل نہ ہوتے لہٰذا اولاً ہجرت کرنا اُنپر ضروری تھا۔

الجواب

مولانا صاحب کو ایسے موانع و عوائق پیش آ گئے کہ ہجرت کرہی نہیں سکتے تھے اور ہجرۃ کرنیکا اُن کو موقع ہی نہیں ملا دیکھو صفحہ ۴۷ و ۴۸ تذکرۃ الشہادتین کو اُسمیں لکھا ہوا ہے۔

عبارت ہا ھذہ - قبل اسکے کہ وہ سرزمین کابل میں وارد ہوں اور حدود ریاست کے اندر قدم رکھیں احتیاطاً قرین مصلحت سمجھا کہ انگریزی علاقہ میں رہ کر امیر کابل پر اپنی سرگذشت کھول دیجاوے کہ اسطرح حج کرنے سے معذوری پیش آئی سو اُنھوں نے مناسب سمجھا کہ برگیڈیر محمد حسین کو خط لکھا تا وہ مناسب موقعہ پر اصل حقیقت مناسب لفظوں میں امیر کے گوش گذار کر دیں اور اس خط میں یہ لکھا کہ اگرچہ میں حج کرنے کے لیے روانہ ہوا تھا مگر مسیح موعود کی مجھے زیارت ہو گئی اور چونکہ مسیح کے ملنے کے لیے اور اُسکی اطاعت مقدم رکھنے کے لیے خدا اور رسول کا حکم ہے اس مجبوری سے مجھے قادیان میں ٹھہرنا پڑا اور مینے اپنی طرفسے یہ کام نہ کیا بلکہ قرآن اور حدیث کی رو سے اسی امر کو ضروری سمجھا - جب یہ خط برگیڈیر محمد حسین کو توال کو پہونچا تو اُس نے وہ خط اپنی زانو کے نیچے رکھ لیا اور اُسوقت پیش نہ کیا - مگر اُس کے نائب کو جو مخالف اور شریر آدمی تھا کسی طرح پتہ لگ گیا کہ یہ مولوی صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کا خط ہے اور وہ قادیان میں ٹھہرے رہے تب اُسنے وہ خط کسی تدبیر سے نکال لیا اور امیر صاحب کے آگے پیش کر دیا - امیر صاحب نے برگیڈیر محمد حسین کو توال سے دریافت کیا کہ کیا یہ خط آپ کے نام آیا ہے اُس نے امیر کے موجودہ غیظ و غضب سے خوف کھا کر انکار کر دیا - پھر ایسا اتفاق ہوا کہ مولوی صاحب شہید نے کئی دن پہلے خط کے جواب کا انتظار کر کے ایک اور خط بذریعہ ڈاک محمد حسین کو توال کو لکھا وہ خط افسر ڈاک خانہ نے کھول لیا اور امیر صاحب کو پہونچا دیا چونکہ قضاء و قدر سے مولوی صاحب کی شہادت مقدر تھی اور آسمان پر وہ برگزیدہ بزمرۂ شہداء داخل ہو چکا تھا اس لیے امیر صاحب نے ان کے بلانے کے لیے حکمت عملی سے کام لیا اور اُنکی طرف خط لکھا کہ آپ بلا خطرہ چلے آؤ اگر یہ دعوی سچا ہوگا تو میں بھی مرید ہو جاؤں گا۔

بیان کرنے والے کہتے ہیں کہ ہمیں یہ معلوم نہیں کہ خط امیر صاحب نے ڈاک میں بھیجا تھا یا کسی

روانہ کیا تھا۔ بہرحال اس خط کو دیکھکر مولوی صاحب موصوف کابل کیطرف روانہ ہوگئے اور **قضاء و قدر نے نازل ہونا شروع کر دیا۔**

راویوں نے بیان کیا ہے کہ جب شہید مرحوم کابل کے بازار سے گذرے تو گھوڑے پہ سوار تھے اور اُن کے پیچھے آٹھ سرکاری سوار تھے اور اُن کی تشریف آوری سے پہلے عام طور پر کابل میں مشہور تھا کہ امیر صاحب نے اخوندزادہ صاحب کو دھوکا دیکر بلایا ہے۔

اب بعد اس کے دیکھنے والوں کا یہ بیان ہے کہ جب اخوندزادہ صاحب مرحوم بازار سے گذرے تو ہم اور دوسرے بہت سے بازاری لوگ ساتھ چلے گئے اور یہ بھی بیان کیا کہ آٹھ سوار سرکاری خوست سے ہی اُن کے ہمراہ کیے گئے تھے کیونکہ اُن کے خوست میں پہونچنے سے پہلے حکم سرکاری اُن کے گرفتار کرنیکے لیے حاکم خوست کے نام آچکا تھا آخر عبارت تک۔

اور اسپر علاوہ اسباب روحانی جیسا کہ حضرت امام حسین کو لاحق ہوے تھے اُن کے لیے یہ واقع ہوے کہ مولانا صاحب کو الہامات و مکاشفات بھی اپنے مقتول ہونیکی نسبت ہو چکے تھے پس اُن الہاموں اور مکاشفات کی مخالفت وہ کیونکر کرسکتے تھے کیونکہ اُن کو درجہ احسان کا حاصل تھا جیسا کہ فرمایا گیا ہے کہ **اَلْاِحْسَانُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ** ۔ ایدھر مصالح اور حکم الٰہیہ جو الہام **عَسٰی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئًا وَّ ھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ** میں مندرج ہیں وہ بھی اسباب روحانی عدم ہجرت کیلئے موجب ہوگئے جیسا کہ حضرت **امام الزمان** نے **"تذکرۃ الشہادتین"** میں تحریر فرمائے ہیں اور اصل حال یہ ہے کہ ایسی زمین سنگلاخ اور سرکش کے لیے تحریری اشتہارات ورسائل مفید ہی نہ ہوتے وہاں تو یہی خونی اشتہار مفید تھا اور اللہ تعالےٰ کو اُس الہام کا پورا کرنا منظور تھا جو تیئیس یا چوبیس سال سے **براہین احمدیہ** میں مندرج ہے کہ **شَاتَانِ تُذْبَحَانِ۔**

خلاصہ یہ ہے کہ یہ تمام اسباب ظاہری اور باطنی عدم ہجرت کے لیے موجب ہوگئے جنکی وجہ سے وہ ہجرت نہ کرسکے **وَکَانَ اَمْرُ اللّٰہِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا۔**

قولہ صفحہ ۲۰ سطر ۲۶ - اللہ کے ساتھ شرک کرنا والدین پر احسان نہ کرنا اپنی اولاد کو قتل

کرنا فواحش (یعنی زنا لواطت چوری راہزنی وغیرہ تمام متعدی گناہ) اور خون کرنا اور ناحق یتیم کا مال کھانا اور وزن و ماپ کو پورا نہ کرنا اور انصاف کی بات نہ کرنا اور اللہ کے عہدوں کا خلاف کرنا الیٰ قولہ ایسا ہی اکثر مقامات پر بہت سی چیزوں کی حرمت قرآن مجید میں آئی ہے خوف طوالت سے صرف یہ چند مقامات بطور مشتے نمونہ خروار بیان کیے ہیں الغرض قرآن مجید میں جسقدر محرمات بیان ہوئے ہیں شروع سے آخر تک ان محرمات کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ وَإِنَّ كَثِيرًا لَّيُضِلُّونَ بِأَهْوَائِهِم بِغَيْرِ عِلْمٍ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ۔ اے ہوش سے کام لینے والو غور کرو اور سوچو کہ تمام محرمات مندرجہ قرآن مجید کے اضطرار کی حالت میں حلال ہو جاتے ہیں۔ الیٰ اخر ما قال۔

اقول۔ یہ قول مردود ہے بچند وجوہ۔ اولاً آنکہ جملہ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ میں چونکہ حرف عطف موجود ہے لہذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ جملہ ماسبق سے اس جملہ کا کیا تعلق ہے اور یہ جملہ کسی محل اعراب میں واقع ہوا ہے یا نہیں بشق ثانی جملہ ابتدائیہ تو ہے نہیں کیونکہ ابتداے کلام میں نہیں آیا اسلیے کہ حرف عطف اسمیں موجود ہے اور حرف عطف یہانپر استیناف کے لیے ہو نہیں سکتا کما سیاتی۔ اور جملہ معترضہ بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ معترضہ کے لیے توسط درمیان فعل اور اُسکے معمول کے یا درمیان مبتدا و خبر وغیرہ وغیرہ کے مثلاً جو کتب نحو میں مذکور ہے ضروری ہے اور یہانپر وہ توسط موجود نہیں ہے اور صلہ بھی کسی موصول کا واقع نہیں ہوا ہے اور کسی قسم کا جواب بھی نہیں لہذا یہ جملہ اُن جملوں کی قسم سے جنسے کوئی فائدہ تام حاصل ہوا کرتا ہے اور اسناد ان میں مقصود لذاتہ ہوتی ہے نہ ہوا فَأَيْنَ الْمَفَرُّ۔ اور بشق اول کہ کسی محل اعراب میں واقع ہوا ہو تو اس جملہ کے لیے کسی عامل کا ہونا ضروری ہوا اس صورت میں آپ کا مدعا بالکل فوت ہو گیا کیونکہ اندریصورت اس جملہ میں جو اسناد ہے وہ مقصود لذاتہ نہ ہوئی جیسا کہ زَيْدٌ أَبُوهُ قَائِمٌ وغیرہ میں اَبُوہٗ قَائِمٌ جملہ تو ہے لیکن اسمیں اسناد مقصود لذاتہ نہیں ہے جب تک کہ اُس کا کوئی عامل مذکور نہ ہو دیکھو شرح جامی وغیرہ کو بس یہ جملہ قائمقام مفرد کے ہو گیا لہذا آپکا استدلال اس جملہ سے

جو قائم مقام مفرد کے ہے سرتاپا غلط ہوگیا کیونکہ مفردات سے کوئی حکم مستنبط نہیں ہوسکتا ہے۔ لہٰذا پیش کرنا آپ کا اس جملہ کو واسطے اثبات اپنے مدعاے باطل کے کچھ مفید نہ ہوا۔ اگرچہ آپ ان علوم آلیہ سے خبردار نہیں ہیں مگر یہ سوال آپ ہی اسواسطے کیا گیا ہے کہ اشاعۃ القرآن کے نمبر ۷ میں بعض مسائل علوم آلیہ کے حوالے مطول وغیرہ سے بھی دیے گئے ہیں۔

ثانیاً آپ نے آیۃ قَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ کی آیات محول الیہا کو آیات ذیل قرار دیکر اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ کی قید استثنا کے ساتھ مقید کیا ہے اور آیات محول الیہا یہ ہیں۔

قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِنْ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ۔ وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ

ترجمہ کہدو تم کہ ادھر آؤ میں تمکو وہ چیزیں پڑھ سناؤں جو تمھارے پروردگار نے تمپر حرام کی ہیں وہ یہ کہ کسی چیز کو اللہ کا شریک مت ٹھیراؤ اور ماں باپ کے ساتھ سلوک کرتے رہو اور مفلسی کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل مت کرو کیونکہ ہم انکو بھی رزق دیتے ہیں اور تمکو بھی دینگے اور بیحیائی کی باتیں خواہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ انکے نزدیک مت جاؤ اور نہ قتل کرو کسی جی کو جسکے مارنے کو اللہ نے حرام کردیا ہے مگر حق پر یہ وہ باتیں ہیں جنکی وصیت تم کو اللہ تعالیٰ نے کی ہے تاکہ سمجھو تم اور یتیم کے مال کے پاس بھی مت جاؤ مگر ایسے طور پر کہ اُسکے حق میں بہتر ہو یہانتک کہ وہ اپنی جوانی کو پہونچے اور ماپ اور تول انصاف سے پورے پورے کرو ہم کسی نفس کو اُسکی سمائی سے زیادہ مکلف نہیں کرتے اور جب کوئی بات کہو تو انصاف سے کہو اگرچہ اہل مقدمہ قرابتی ہی ہو اور اللہ کے عہد کو پورا کردیا اللہ تعالیٰ نے تمکو وصیت کی ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو۔

ان آیات میں کسی جگہ پر اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ کی قید استثنائی موجود نہیں ہے

بلکہ نظم آیات مذکورہ کے استثنا الا ما اضطررتم کو نفی کر رہی ہے اول تو خود لفظ اضطرار جو افعال لازمیہ سے ہے اسپر دال ہے مختار الصحاح میں لکھا ہے قد اضطر الی الشئ اے الجئ الیہ تحقیق ناچار کیا گیا وہ ایک شے کیطرف اور افعال شنیعہ مندرجہ آیات بالا افعال متعدیہ میں سے ہیں جنکا ضرر فاعل سے متجاوز ہو کر دوسروں پر بھی پہونچتا ہے اور اضطرار کے معنے ہیں لزوم ضرر کا صرف فاعل تک ہی ہوتا ہے نہ کسی دوسرے پر لہذا تعلق اضطرار کا ان افعال شنیعہ متعدیہ سے ہو ہی نہیں سکتا آپ کوئی صورت فعل شنیعہ متعدی کی ایسی پیش کریں جسمیں آپکے نزدیک اضطرار ہو ہم اُسی صورت میں کچھہ نہ کچھہ چارہ کار ایسا پیدا کر دینگے جو وہ فعل شنیع متعدی اضطرار کی حالت سے باہر ہو جاوے دوسرے ہر ایک جملہ آیت میں ایک قسم کی تاکید موجود ہے جو مانع ہے اُسکے جواز کو ہر وقت میں غور کرو لفظ شیئا احسانا مفعول مطلق مِن اِملاقٍ نحن نرزقکم و ایاھم پر ولا تقربوا اور ما ظھر منھا وما بطن پر التی حرم اللہ الا بالحق اور ذالکم وصّاکم پر بالقسط ولو کان ذا قربی وغیرہ پر اگر الا ما اضطررتم کا استثناء یہاں پر ملحوظ ہوتا تو اس قدر تاکیدات کی کیا ضرورت تھی اور پھر لفظ تعالوا کے ساتھہ خطاب فرمایا گیا ہے جس کا منشا یہ ہے کہ ادنے مقام سے مقام اعلی پر آجاؤ کیونکہ سابق میں اس سے رخصت اکل کی محرمات اربعہ میں بہ سبب بطور سد رمق کے حالت مخمصہ میں دیگئی تھی اب بخطاب تعالوا عزیمت کیطرف بلایا جاتا ہے کیونکہ لفظ تعالوا مشتق ہے علو سے جو بلندی کے معنوں میں آتا ہے تیسرے نزول قرآن مجید کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مدت تیئیس سال میں نجماً نجماً ہوا ہے نہ دفعتاً کما قال اللہ تعالی وقرآناً فرقناہ لتقرأہ علی الناس علی مکث و نزلناہ تنزیلا ۱۵/۱۲ اور قرآن کو ہمنے تھوڑا تھوڑا اُتارا ہے تاکہ پڑھو تم اُسکو لوگوں پر مہلت کے ساتھہ* اور یہ امر ثابت شدہ ہے کہ سورہ انعام مکی ہے مگر یہ تین آیات قل تعالوا سے لعلکم تتقون تک مکی نہیں بلکہ مکہ اور مدینہ کے درمیان نازل ہوئی ہیں دیکھو اتقان وغیرہ کو اور قد فصّل لکم ما حرّم علیکم میں چونکہ صیغے ماضی کے ہیں لہذا ضروری ہے کہ محرمات مفصلہ کا نزول اس آیۃ سے قبل ہو چکا ہو تاکہ مضمون قد فصّل لکم ما حرم علیکم کا صدق واضح ہو جاوے اگر آپ کہیں کہ اتقان

*حاشیہ ایضاً وقال الذین کفروا لولا نزل علیہ القرآن جملۃ واحدۃ کذالک لنثبت بہ فؤادک و رتلناہ ترتیلا ۳۲ - ۱۴ دعمہ

وغیرہ کو ہم تسلیم نہیں کرتے تو ہم کہیں گے کہ یہ تو آپ پر ضرور ہے کہ جس قدر آپ نے محرمات متعدیہ
مفصلہ یہاں پر بیان فرمائے ہیں اُن سب کا نزول پیشتر آیۃ قد فصّل لکم ما حرّم علیکم
کے ثابت کریں اور مضمون الّا ما اضطررتم بھی اُن آیات محولہ میں دکھلاویں ودونہ خرط
القتاد۔ چوتھے آپ کا منشا تو یہ ہے کہ بحالت اضطرار دل میں ایمان پر قائم رہنا چاہیے لیکن بظاہر
ایمان کا انکار کر دینا چاہیے یعنی منہیات کا ارتکاب بظاہر کر لیا جاوے اور باطن میں کیا جاوے مگر فواحش متعدیہ میں یہ صورت کیونکر متحقق ہوسکتی
ہے کیونکہ قتل ناحق زنا بالجبر راہزنی وغیرہ وغیرہ فواحش متعدیہ میں مرتکب کی نیت کچھ ہی ہو مگر ضرر اُن فواحش متعدیہ کا تو دوسرے غیر
بالضرور پہنچکر ہی رہے گا۔ پس اس کے کیا معنے کہ ظاہر میں تو ان فواحش متعدیہ کا مرتکب ہو جاوے
اور دل سے باطن میں مرتکب نہ ہووے العجب وما ادراک ما العجب کہ قتل ناحق یا
زنا بالجبر کا مثلاً کرنے والا یہ عذر کرے کہ یہ فعل شنیع میں نے ظاہر میں تو کیا ہے لیکن باطن میں اسکا
ارتکاب نہیں کیا۔ سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ وذروا ظاہر الاثم وباطنہ ان الذین
یکسبون الاثم سیجزون بما کانوا یقترفون ۔ اور چھوڑ دو ظاہری اور پوشیدہ گناہ کو
جو لوگ گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں انکو بدلا دیا جاویگا اُس فعل کا جسکو وہ کرتے ہیں ایضاً فرمایا
قل انّما حرّم ربّی الفواحش ما ظہر منہا وما بطن ۔ کہدو تم کہ سوائے اسکے نہیں
کہ میرے پروردگار نے سب بیحیائی کی باتیں حرام کردی ہیں خواہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ ۔ پس ثابت ہوا
کہ الّا ما اضطررتم کا استثنا ان فواحش متعدیہ سے ہرگز نہیں ہوسکتا۔

ہم پھر آپ کو نصیحت کرتے ہیں کہ ایسے مذہب کے اشتہار دینے سے آپ بہت جلد توبہ کریں ورنہ
آپ یاد رکھیں کہ گورنمنٹ عالیہ نے اگرچہ اہل مذاہب کو آزادی عنایت فرمادی ہے مگر ایسے
شخصکو جس کا یہ مذہب ہو کہ یہ تمام افعال شنیعہ متعدیہ قتل ناحق راہزنی لواطت وغیرہ وغیرہ
ظاہر ظہور عمل میں لا کر جائز سمجھتا ہو بلکہ واجب جانتا ہو ایسے شخصکو ہرگز ہرگز آزادی نہیں
دیسکتی تعزیرات ہند اور ضوابط فوجداری انڈیا میں بھی بڑے زور و شور سے جاری ہو رہے
ہیں لہذا آپ کی خبر بالضرور لیجاویگی۔

ادھر قرآن مجید کو بھی آپ تحریف نہیں کرسکتے ہیں کما قال اللہ تعالیٰ انّا نحن نزّلنا
الذکر وانا لہ لحافظون ۔ پس آپکو کامیابی ان فواحش کے اجرا میں کسی صورت سے نہیں ہوسکتی۔

ہاں البتہ یہ نتیجہ آپکو اور آپ کے شاگردوں کو حاصل ہوگا کہ شعر

گر تو قرآں بدیں نمط خوانی ✢ ببری رونق مسلمانی

اب خاتمۃً ناظرین کی خدمت عالی میں گذارش ہے کہ جبکہ تمام تار و پود استدلال باطل اشاعۃ القرآن کا ہر طرح سے اُدھڑ گیا لہٰذا اب ہم آیۃ کریمہ کی ایسی تفسیر صحیح کرتے ہیں کہ تفسیر القرآن بالقرآن ہو کر مراد اور منشاء الٰہی کا بخوبی واضح ہو جاوے بحولہ وقوتہ۔ اشاعۃ القرآن نے جس آیت کو ناتمام بطور عنت ربود کے لکھا ہے وہ پوری آیت یوں ہے وما لکم ان لا تاکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ وقد فصل لکم ما حرم علیکم الا ما اضطررتم الیہ الآیہ اور کیا سبب ہو کہ تم نہ کھاؤ اُس ذبیحہ میں سے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو حالانکہ جو محرمات ہیں انکو اللہ تعالیٰ نے جدا جدا بیان کر دیا ہے مگر اُس حالت میں کہ تم اُسکے کھانے کی طرف شدۃ بھوک کے سبب مضطر ہو جاؤ۔ پس نہ کھانا اُن ذبائح میں سے جن پر اللہ تبارک و تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو حالانکہ جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے تم پر کھانے کے لیے حرام کر دی ہیں اُنکو جدا جدا کر کر بیان کر دیا ہے سواء اُس حالت کے کہ تم شدت بھوک کی وجہ سے اُسکے کھانے کو مجبور اور مضطر ہو جاؤ کہ بغیر اُسکے اکل کے سد رمق کے واسطے کوئی چارہ نظر نہ آوے آخر آیۃ تک پس جملہ قد فصل لکم ما حرم علیکم جملہ حالیہ ہے جو تاکیداً واسطے انکار مذکورہ کے لایا گیا ہے اور بسبب واقع ہونے حال کے جو جملہ ماسبق سے حال واقع ہوا ہے خود اُس میں فی نفسہا جو اسناد ہے وہ مقصود لذاتہ نہیں ہے جیسا کہ اس آیت میں قال تعالیٰ وما لنا ان لا نقاتل فی سبیل اللہ وقد اخرجنا من دیارنا وابنائنا اور کیا سبب ہو کہ دشمنان دین سے ہم مقابلہ نہ کریں اللہ تعالیٰ کے راہ میں حالانکہ ہم دین کی وجہ سے نکالے گئے ہیں اپنے شہروں سے اور اپنے بیٹوں سے۔ اور جبکہ یہ جملہ حالیہ ہوا تو محل اس کا نصب ہوا جسکا عامل و ذوالحال جملہ وما لکم ان لا تاکلوا میں ہے لہٰذا جب تک حال کا ذوالحال اور فعل اُس کا عامل ذکر نہ کیا جاوے تب تک اشاعۃ القرآن اُس سے کیا حکم یا نتیجہ حاصل کر سکتا ہے لا تقربوا الصلوٰۃ کی مثل پہلے سنتے تھے جس میں قائل نے حال کو نظر انداز کر دیا تھا مگر اشاعۃ القرآن نے اس پر بھی زیادتی کر دی کہ حال کے عامل اور اُسکے ذوالحال کو بھی اُڑا دیا اور پھر اُس سے اپنی ایک دلیل

باطل کو ثابت کرنا چاہتا ہے۔ اینجا ازتو آید و مرداں چنیں کنند اب ظاہر ہے کہ مرا بما ذکر اسم اللہ سے وہ بہیمۃ الانعام ہیں جو حلال کیے گئے ہیں اور ما حرم علیکم سے مراد محرمات اربعہ ہیں یعنی میتۃ دم مسفوح لحم خنزیر ما اہل لغیر اللہ چونکہ اس آیت میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے محرمات کی تفصیل فرماتے ہوے معہ ذکر مضمون الا ما اضطررتم کے دوسری آیات کا حوالہ دیا ہے لہٰذا وہ آیات محول الیہا یہ ہیں قل لا اجد فیما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمہ الا ان یکون میتۃ او دما مسفوحا او لحم خنزیر فانہ رجس او فسقا اہل لغیر اللہ بہ فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فان ربک غفور رحیم ۔ کہدو تم کہیں نہیں پاتا ہوں اُس وحی میں جو میری طرف آئی ہے کوئی حرام چیز کھانیوالے پر کہ کھاتا ہے اُسکو ماسوائے مردار کے یا خون ہو بہتا ہوا یا سور کا گوشت بیشک یہ ناپاک ہیں یا وہ جانور کہ مجسم فسق ہیں جو غیر اللہ کے لیے ذبح کیا گیا ہو یا نامزد کیا گیا ہو ہاں جو شدۃ بھوک سے کوئی ناچار ہو اور نہ تجاوز کرنے والا ہو حد ضرورۃ سے تو بیشک تمھارا پروردگار بخشنے والا مہربان ہے۔
دیکھو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے علی طاعم یطعمہ کی قید بھی لگا دی ہے جس سے صریح ثابت ہوا کہ لفظ ما اسم موصول سے انعام ماکولات اور مطعومات مراد ہیں اور محرمات کی تفصیل بھی وہی مذکور ہیں اور خود آیۃ وقد فصل لکم ما حرم علیکم میں لفظ تاکلوا موجود ہے جو برہان قوی ہے اور پر مراد لینے ماکولات کے ما حرم سے اور سورہ نحل میں بھی یہ مضمون موجود ہے جو وہ بھی سورۃ مکی ہی ہے کما قال اللہ تعالیٰ ۔ انما حرم علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اہل بہ لغیر اللہ فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فان اللہ غفور رحیم ۔ سوائے اسکے اور کچھ نہیں کہ حرام کردیا ہے اللہ تعالیٰ نے تمپر مردار کو اور خون یعنی بہتا ہوا اور سور کا گوشت اور جس جانور پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو پس جو شخص بھوک کے سبب مضطر ہو اُس حال میں کہ ارادہ سرکشی نہ رکھتا ہو اور نہ حد سے تجاوز کرنے والا ہو تو اُسکو اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور مہربان ہے ۔

ان آیات میں قطعی طور پر مراد محرمات سے ماکولات و مطعومات ہیں لاغیر اور ان میں مضمون الا ما اضطررتم کا بھی موجود ہے پس قطعی یہی آیات محول الیہا ہیں آیۃ وقد فصل لکم

مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ کے لیے پس قطعی طور پر مراد ماحرم علیکم سے وہی محرمات اربعہ ہوے جو سورۃ النحل وغیرہ میں مذکور ہوے ہیں اور وہ از قسم ماکولات ہیں نتیجہ یہ ہوا کہ آیۃ وقد فصّل لکم ما حرّم علیکم میں فواحش متعدیہ ہرگز ہرگز مراد نہیں ہو سکتی جنمیں استثناء الا ما اضطررتم کا ملحوظ ہو سکے لہذا اس آیۃ سے دعوی باطل بلکہ اَبطل الا باطیل اشاعۃ القرآن کا ہرگز ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا اور پھر ہم اشاعۃ القرآن کو نصحاً للقرآن و نصحا لہم مخاطب کیکر کہتے ہیں کہ

گر تو قرآں بدیں نمط خوانی   ببری رونق مسلمانی

اب نمبر ۳ میں ہم کہتے ہیں کہ اباحت محرمات اربعہ کی بھی بطور رخصت کے ہے نہ بطور عزیمت کے جو فرض یا واجب ہو جاوے جیسا کہ اشاعۃ القرآن نے سمجھا ہے کہ اُس رخصت کے ترک سے حرام موت ہونیکو لازم کہتا ہے کیونکہ اول تو ظاہر ہے کہ جب کسی محرم کی نسبت رخصت اور اجازت دی جاوے گی تو اُس سے مراد یہی ہو سکتی ہے کہ اُسپر گناہ نہیں ہوگا جو عذاب الٰہی میں ماخوذ ہووے دوسرے خود کلام الٰہی میں یہی مضمون موجود ہے قال اللہ تعالیٰ فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ تیسرے ان آیات کے آخر میں جو صفات غفور رحیم کی بیان فرمائی گئی ہیں وہ بھی اسی پر دلالۃ صریحہ کر رہی ہیں چوتھی اگر یہ رخصت بطور عزیمت یا وجوب کے ہووے تو اُسکے لیے امر الٰہی کا ہونا ضروری ہوتا ہے اور افعال بدکاری اور فحشا کا امر اللہ کیطرف سے صادر نہیں ہو سکتا بلکہ امر بدکاری اور فحشا کا شیطان کیطرف سے ہوتا ہے کما قال اللہ تعالیٰ واذا فعلوا فاحشۃ قالوا وجدنا علیہا آباءنا واللہ امرنا بہا قل ان اللہ لا یامر بالفحشاء اتقولون علی اللہ ما لا تعلمون ۲۸ اور جب کرتے ہیں کوئی بیحیائی کا کام تو کہتے ہیں کہ ہمنے اپنے باپ دادونکو اسی طریقہ پر پایا ہے اور اسنے ہمکو اسکا امر کیا ہے کہدو تم کہ بیشک اللہ بیحیائی کی بات کا حکم نہیں فرماتا کیا تم اللہ تعالیٰ پر بغیر علم کے اپنی طرف سے باتیں کہتے ہو ایضاً قال اللہ تعالیٰ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ وینہیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون ۱۴ بیشک اللہ امر فرماتا ہے انصاف کرنے اور نیکوکاری کا اور قرابتی کو دینے کا اور نہی فرماتا ہے بیحیائی کی باتوں سے اور نالائق باتوں سے اور زیادتی کرنے سے منع فرماتا

اور نصیحت کرتا ہے تمکو تاکہ تم اُن نصیحتوں کو یاد رکھو۔ اور اللہ تعالیٰ شیطان کی نسبت فرماتا ہے انما یامرکم بالسوء والفحشاء ایضاً قال اللہ تعالیٰ الشیطٰن یعدکم الفقر ویامرکم بالفحشاء وغیرہ وغیرہ پس ثابت ہوا کہ محرمات کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے بسبب پہونچنے نوبت اضطرار کے جو رخصت مرحمت ہو گی تو اُسکے معنی یہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ بسبب اپنی صفت غفاری اور رحیمی کے اُسپر عذاب نہ فرماویگا کیونکہ اضطرار کیحالت میں جبکہ انسان کے لیے کوئی چارہ کار باقی نہ رہا جیسا کہ مفہوم اضطرار کا ہے کہ قد اضطر الی الشئ اے الجئ الیہ مختار الصحاح اور غیر باغ ولا عاد بھی ہیں اسی مفہوم اضطرار کا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی صفت غفاری اور رحیمی اُس انسان کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے اور اُسپر پھر عذاب نہیں کیا جاتا۔ ولنعم ما قیل **شعر** چوں ہیچ وسیلتش نماند ؛ او چارہ کار بندہ داند ؛ وقال ارحم الراحمین فمن اضطر فی مخمصۃ غیر متجانف لاثم فان اللہ غفور رحیم۔ پس جو شخص کہ بھوک کی شدۃ سے بیقرار ہو جاوے اور گناہ کرنے کی طرف مائل نہ ہو تو بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

تنبیہ افعال شنیعہ متعدیہ میں اول تو اضطرار ہو نہیں سکتا اور فرضاً اگر تسلیم بھی کیا جاوے تب بھی ان افعال متعدیہ شنیعہ میں اضطرار ہرگز معتبر عند الشارع نہیں ہو سکتا ہے سر اور مصلحت اُس میں یہ ہے کہ اگر ایک شخص مثلاً اپنے اجتہاد میں مضطر ہو کر کسی فعل شنیعہ متعدیہ کا مرتکب ہونا چاہے تو دوسرا شخص بھی جزاء للاول پہلے شخص کے ساتھ ویسے ہی فعل شنیع کرنے کے لیے مضطر ہو جاوے گا اور پھر دونوں مضطر ہو جاوینگے اندریںصورۃ دنیا میں ایک عام فساد پیدا ہو گا جس کے انسداد کے لیے تعلیم قرآن و اسلام منجانب اللہ نازل ہوئی ہے الحمد للہ کہ اس اباحتی فرقہ نے جو تحریف قرآن مجید میں کرنی چاہی تھی اُس سے قرآن مجید محفوظ رہا صدق اللہ تعالیٰ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون ایضاً قال فی اخر الایۃ المذکورۃ وان کثیرا لیضلون باھوائھم بغیر علم ان ربک ھو اعلم بالمعتدین اور تحقیق بہت لوگ ایسے ہیں کہ اپنی ہوا و ہوس کے مطابق لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں بے علم کے تحقیق پروردگار تیرا ایسی حدود شریعت سے تجاوز کرنے والوں کے حال سے خوب واقف ہے

اے اہل اشاعۃ القرآن شہادت اکبر کو حرام موت کہنے والو اور قتل ناحق زنا لواطت چوری راہ زنی تمام فواحش متعدیہ کی طرف رغبت دلانے والو اب بھی اپنے کیے اور کہے سے باز آجاؤ اور توبہ کا اشتہار دیدو ورنہ اسی حیات دنیا میں گورنمنٹ کیطرفسے تمھارے لیے تعزیرات موجود ہیں اور وعید ولعذاب الاخرۃ اکبر کا اللہ تعالی کیطرفسے آخرۃ میں بتاکید فرمایا گیا ہے فقط والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

قولہ صفحہ ۲۲ سطر۔ اس آیۃ یعنی من کفر باللہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان ولکن من شرح بالکفر صدرا فعلیہم غضب من اللہ ولھم عذاب عظیم میں بتلایا گیا ہے کہ جو شخص خوشدلی سے کتاب اسکا انکار کرے اُسکے لیے تو عذاب عظیم اور خدا کا غضب ہے مگر جو شخص مجبوری سے کرے تو اُسکو کچھ بھی مواخذہ نہیں کیونکہ پہلے مفصل بیان ہوچکا ہے کہ اسکو ایسی حالت میں ایسا کرنا فرض ہے پس جو شخص مجبوری کی حالت میں کلمہ کفر نہ کہے گا اور اپنی جان کو ہلاک کردیگا وہ خدا کا نافرمان ہے اور اُس نے اللہ کی امانت میں خیانت کی اور آیۃ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ کا باغی وفاسق ہوا معاذ اللہ حاشا للہ الی آخرہ **اقول** پوری آیۃ یوں ہے من کفر باللہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان ولکن من شرح بالکفر صدرا فعلیھم غضب من اللہ ولھم عذاب عظیم ذلک بانھم استحبوا الحیوۃ الدنیا علی الاخرۃ وان اللہ لا یھدی القوم الکفرین اولئک الذین طبع اللہ علی قلوبھم وسمعھم وابصارھم واولئک ھم الغافلون لا جرم انھم فی الاخرۃ ھم الخاسرون ثم ان ربک للذین ھاجروا من بعد ما فتنوا ثم جاھدوا وصبروا ان ربک من بعدھا لغفور رحیم ۴ ترجمہ جو شخص کفر کرے اللہ تعالی کے ساتھ بعد ایمان لانے کے مگر وہ شخص کہ دل اُس کا ایمان کے ساتھ مطمئن ہو ولیکن وہی شخص کہ جو شرح صدر کے ساتھ کفر اختیار کرے تو ایسے لوگوں پر اللہ تعالی کا غضب ہے اور اُن کے لیے عذاب بڑا ہے اس وجہ سے کہ ایسے لوگوں نے دنیا کو آخرت پر عزیز و محبوب رکھا اور اللہ تعالی ایسے کافروں کو ہدایت نہیں کرتا ہے یہ وہی لوگ ہیں کہ اللہ تعالی نے اُن کے دلوں اور

کانوں اور آنکھوں پر مہر لگا دی ہے اور یہی بڑے غافل لوگ ہیں پھر جن لوگوں نے بعد اپنے فتنہ میں پڑنے کے اپنے گھروں سے ہجرت کی اور کوششیں تائید اسلام میں کیں اور تکلیفوں پر صبر کیا بیشک پروردگار تمھارا بعد ان جفاکشیوں کے البتہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ف ۱ اس آیۃ کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص بعد ایمان لانے کے ظاہر اور باطن میں پھر کافر ہو جاوے تو اسکے لیے غضب اور عذاب عظیم ہوگا اور آگے اس آیۃ کے جس قدر کہ اوصاف ذمیمہ اس آیت میں بیان فرمائے گئے ہیں وہ اُن کے ساتھ موصوف ہی ہاں جو شخص مجبور اور مکرہ ہو اور دل میں اُسکے ایمان بھرا ہوا ہو تو وہ غضب الٰہی اور عذاب عظیم وغیرہ سے محفوظ رہ سکتا ہے مگر عند اللہ اُسکے لیے کوئی مرتبہ عظیمہ حاصل نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ کمزوری اُسکی قابل رحم اور مغفرۃ کے ہے نہ لائق تعظیم درجات کے۔

ف ۲ اس آیۃ سے اکراہ کیوجہ سے بظاہر کافر ہو جانے کا وجوب جو اشاعۃ القرآن لکھتا ہے بالکل مردود ہے بچند وجوہ اولاً آنکہ قصہ ابراہیمی وقصہ اصحاب اخدود وقصہ سحرہ فرعون وغیرہ وغیرہ اور بعض مہاجرین وانصار آنحضرت کا مقتول تک ہو جانا مگر کلمہ کفر وشرک کا زبان پر نہ لانا اور اُسپر اللہ تعالیٰ کا اپنے کلام پاک میں انکی مدح وثنا کرنا جو آیات بینات سے سابق لکھ چکے ہیں اس دعوے باطل اشاعۃ القرآن کے کسقدر متضاد ہے اگر یہ دعوی باطل اشاعۃ القرآن کا کسی کے نزدیک صحیح ہو تو پھر وہ شخص اکثر حصہ قرآن مجید کا مکذب اور منکر ہے ونعوذ باللہ منہ یا قرآن مجید میں اختلاف لازم آوے گا واللازم باطل فالملزوم مثلہ ثانیاً آیۃ مذکورہ میں من کفر باللہ پر فعلیھم غضب کا حکم آخر آیۃ تک لگایا گیا ہے اور الا من اکرہ اس حکم فعلیھم غضب سے استثنا کیا گیا ہے پس الا من اکرہ صرف حکم من کفر باللہ سے جو فعلیھم غضب ہی مستثنی واقع ہوا ہے مگر من کفر باللہ سے مستثنی نہیں کیا گیا یعنی ایک قسم کا کفر ہا الا من اکرہ میں بالفرور ساہے مگر وہ کفر بسبب اکراہ کے معاف ہی علاوہ یہ کہ وقلبہ مطمئن بالایمان حال واقع ہوا ہے اُس کفر سے جو بالاکراہ واقع ہوتا ہے اور وہی مزدکے کفر اسحال کا عامل ہے اور اگر اکرہ کو اس حال وقلبہ مطمئن بالایمان عامل گردانا جاوے تو اُسکا کوئی نتیجہ حاصل

نہیں ہو سکتا اس لیے کہ مقصود یہاں پر بیان کرنا حکم اُس اکراہ کا نہیں ہے جو حالت اطمینان قلب
میں واقع ہوا ہو کیونکہ اسکا کوئی نتیجہ مترتب نہیں بلکہ مقصود بیان کرنا حکم اُس کفر کا ہے جو حالت
اکراہ میں واقع ہوا ہو مطلب یہ ہے کہ الا من کفر باکراہ والحال ان قلبہ مطمئن
بالایمان اور نکتہ اس عبارت کے تغیر کا نظم قرآنی میں یہ ہے کہ ایما ہو جاوے اسطرف کہ اگرچہ
قائل اس کلمہ خبیثہ کا کافر تو ہوا لیکن حقیقۃً کافر نہیں ہے کیونکہ معاف کیا گیا ہے مگر کفر
حقیقی معاف نہیں کیا جا سکتا ہے۔ پس کیونکر ممکن ہے کہ ایک شخص جو بظاہر کافر ہے اگرچہ
باطن میں کافر نہیں برابر ہو جاوے اُس شخص کے جسنے نہ بظاہر کفر اختیار کیا ہو اور نہ باطن میں۔
ثالثاً کلمہ کفر اور شرک کا جو قبیح لذاتہ ہے وہ حالتیں قبیح ہو کسیطرح حسن نہیں ہو سکتا بس قبیح لذاتہ کا وجوب کیونکر
ہو سکتا ہے ہاں چونکہ نوبت اکراہ کی انجاتک پہنچگئی لہذا صفات غفاری اور رحیمی اللہ تبارک و
تعالے کی مقتضی اُسکے عفو کی ہوگئی ہیں پس وجوب چہ معنی دارد۔ رابعاً آخر آیات میں جو صفات
غفور رحیم لائی گئی ہیں وہ بھی صریح دال ہیں اس امر پر کہ حالت اکراہ میں کفر کا ظاہر میں اختیار
کرلینا رخصت ہے نہ عزیمت پھر وجوب کیونکر ہو سکتا ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ جس شخص نے نہ اپنی
زبان کو کلمہ خبیثہ کفر کے ساتھ ملوث کیا اور نہ اپنے دلکو وہ شخص بالضرور عند اہل العقل والعدل
افضل ہو گا اُس شخص سے جسنے اپنے قلب کو تو اس خباثت سے پاک و صاف رکھا لیکن زبان کو
بسبب اکراہ کے ملوث کرلیا ہاں چونکہ بحالت اکراہ اُس سے یہ کفر واقع ہوا لہذا عفو فرمایا گیا و نعم ما قیل

چوں ہیچ وسیلتش بماند | او چارہ کار بندہ داند

خامساً۔ زنا لواطت وغیرہ میں اکراہ کا پایا جانا متصور بھی نہیں ہے کیونکہ اکراہ میں خوف شدید کا ہونا
ضروری ہے اور جبکہ کسی شخص پر خوف شدید عارض ہوتا ہے تو انتشار آلہ تناسل کا واقع نہیں ہو سکتا
پس جبکہ زنا اور لواطت مثلاً وقوع میں آیا تو پھر اضطرار کیونکر کہا جاوے گا بلکہ اختیار کہا جاوے گا
ابتو آپکو واضح ہوا کہ اس آیۃ میں جس قدر دجل اشاعۃ القرآن نے کیا تھا اُسکا تار و پود سب پاش پاش
ہوگیا اور ثابت ہوگیا کہ جو کچھ اشاعۃ القرآن نے اس آیۃ کی تفسیر میں لکھا ہے بموجب نصوص قطعیہ قرآنیہ
کے وہ محض تحریف معنوی ہے نہ تفسیر القرآن بالقرآن جس سے اکثر حصہ قرآن مجید کا انکار لازم آتا ہے
یا اُن آیات بینات قرآنیہ پر استہزا کرنا ہے و نعوذ باللہ من ھذا التناقض پس ایسے ہی لوگوں کے

حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وقد انزل علیکم فی الکتٰب ان اذا سمعتم ایات اللہ یکفر بہا ویستہزأ بہا فلا تقعدوا معہم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلہم ان اللہ جامع المنافقین والکفرین فی جہنم جمیعًا اور ایساہی کتاب اللہ کی تکذیب و توہین کرنیوالے کے ساتھ محبت کرنے سے سخت منع کیا ہے اور ایسا کرنے والونکو ایمان سے خارج بنایا ہے لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ اور لا یتخذ المومنون الکفرین اولیاء من دون المومنین ومن یفعل ذلک فلیس من اللہ فی شیٔ

قولہ - ان آیات میں یعنی الا ان تتقوا منہم تقٰۃ ہیں کافروں کے ظلم و ایذا سے بچنے کیلیے اُن سے بظاہر محبت رکھنے کے لیے اجازت دیگئی ہے آخر تک۔ **اقول** معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص کوئی دہریہ ہے مگر محض دہریہ ہی نہیں ہے رافضی دہریہ ہے جو تقیہ کو اس آیۃ سے واجب کہتا ہے حالانکہ تمام قرآن مجید ایسکا کفر و شرک میں وجوب تقیہ کو رد کر رہا ہے چنانچہ اکثر آیات بینات جو وجوب تقیہ کو رد کر رہی ہیں اوپر مذکور ہو چکیں اب ہم اس آیۃ کو بھی معہ سیاق سباق کے نقل کرتے ہیں تاکہ ناظرین کو مراد الٰہی معلوم ہو جاوے اور مخالف اور بضاد آیات بینات کے نہ ہووے اور دجل اشاعۃ القرآن کا ناظرین منصفین پر واضح ہو جاوے قال اللہ تعالیٰ لا یتخذ المؤمنون الکفرین اولیاء من دون المؤمنین ومن یفعل ذلک فلیس من اللہ فی شیٔ الا ان تتقوا منہم تقاۃ ویحذرکم اللہ نفسہ والی اللہ المصیر قل ان تخفوا ما فی صدورکم او تبدوہ یعلمہ اللہ ویعلم ما فی السموات وما فی الارض واللہ علی کل شیٔ قدیر۔ **ترجمہ** مسلمانوں کو چاہیے کہ مومنوں کو چھوڑ کر کافرونکو دوست نہ بناویں اور جو ایسا کرے گا تو اللہ سے اُسکا کچھ بھی دوستی کا واسطہ نہیں مگر اُسوقت کہ بچو تم اُن سے کچھہ بچاؤ کرکر اور اللہ تمکو اپنے نفس سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کیطرف تمکو پھر جانا ہے کہدو تم کہ اگر چھپاوگے تم اُن باتونکو جو تمھارے دلوں میں ہیں یا اُنھیں ظاہر کروگے بہرحال اللہ اُسکو جانتا ہے اور جو کچھہ آسمانومیں ہے اور جو کچھہ زمین میں ہے اُس سبکو اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز پر قادر ہے۔

ف اب ہم قائلین وجوب تقیہ سے دریافت کرتے ہیں کہ اس آیۃ میں دوستی اور ولایت سے کونسی دوستی مراد ہے جو لفظ اولیاء سے مفہوم ہوتی ہے آیا دوستی دینی یا دنیوی اگر دوستی دینی

مراد ہے یعنی جس وقت کسی کافر سے کچھ شر پہونچنے کا اندیشہ ہو تو اُسی وقت اسلام ترک کر کے اُس کافر سے دوستی دینی کر لی جاوے اور اُسکے کفر میں شریک ہو جاوے تو افسوس ہے آپکے اسلام کو یہ اسلام ہے

گر مسلمانی ہمیں است کہ شیعہ دارد * وائے گر در پس امروز بود فردائے

آپ کو یاد نہیں رہا کہ آپ خود اس وجوب تقیہ کے مخالف میں آیات لکھ چکے ہیں مرا یاد تر افراموش قال اللہ تعالیٰ لا تجد قوما یومنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا اباءہم او ابناءہم او اخوانہم او عشیرتہم اولئک کتب فی قلوبہم الایمان وایدہم بروح منہ ویدخلہم جنات تجری من تحتہا الانہار الآیہ ترجمہ نہ پاوگے تم اُن لوگوں کو جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لاتے ہیں کہ دوست پکڑیں اُن لوگوں کو جو اللہ اور اُسکے رسول سے دشمنی کرتے ہیں اگرچہ وہ اُن کے باپ ہوں یا اُن کے بیٹے ہوں یا اُن کے بھائی یا اُن کے کنبہ کے ہی لوگ ہوں یہی وہ پکے مسلمان ہیں جنکے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کو لکھدیا ہے اور اپنی طرف سے اُن کی تائید کی ہے اور وہ اُنکو ایسی باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہو رہی ہونگی آخر آیۃ تک ۔ ف جبکہ باپ بیٹے بھائی اور کل کنبہ کے لوگوں سے اُن کے کفر میں شریک ہونا یعنی محبت دینی کرنا جائز نہیں تو پھر اور کس سے محبت جائز ہوگی بس اس موالات کفار سے یہ استثناء الا ان تتقوا منہم تقاۃ کا کیونکر درست ہو سکتا ہے ایضاً قال اللہ تعالیٰ لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لا یالونکم خبالا ودوا ما عنتم قد بدت البغضاء من افواہہم وما تخفی صدورہم اکبر ۔ اے مسلمانو اپنے مومنوں کو چھوڑ کر مخالفوں کو ہمراز مت بناؤ یہ لوگ تمھارے خراب کرنے میں کچھ کوتاہی نہیں کرتے وہ تو دوست رکھتی ہیں کہ تم تکلیف میں پڑو دشمنی اُنکی باتوں اور برتاؤ سے ظاہر ہو رہی ہے اور جو غیظ و غضب اُن کے دلوں میں ہے وہ اس سے بڑھ چڑھ کر ہے ایضاً قال اللہ تعالیٰ لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء یعنی مت بناؤ میرے دشمن اور اپنے دشمنوں کو دوست ۔ ان آیات سے یہ بات ثابت ہی کہ کفار حربی سے دوستی اور موالات ہرگز جائز نہیں اور اگر غیر حربی بھی ہوں تو بھی اُن سے ایسی دوستی کرنا کہ اُن کے کفر و شرک میں بھی شرکت کی جاوے ہرگز درست نہیں ہے لہٰذا اس قسم کی موالات سے الا ان تتقوا منہم تقاۃ کا

استثنا درست نہیں ہوسکتا ہے، ایسے شخص کا نام تو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں منافق رکھا ہے
کہ جب کچھ تکلیف کفار کیطرف سے پہونچے اسیوقت اُن کے کفر میں شریک ہو جاوے قال اللہ تعالیٰ
ومن الناس من یقول امنا باللہ فاذا اوذی فی اللہ جعل فتنۃ الناس کعذاب
اللہ الی قولہ تعٰ ولیعلمن المنافقین ۲۰/۱۲ ترجمہ اور بعض آدمی ایسے ہیں کہ کہتے ہیں
کہ ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں پھر جب انکو اللہ تعالیٰ کے راہ میں کچھ ایذا پہونچائی جاتی ہے تو لوگونکی
ایذا دہی کو مانند عذاب الٰہی کے گردان لیتے ہیں یعنی برداشت نہیں کرسکتے اور نقیتاً کفار سے دوستی
مذہبی برتنے لگتے ہیں اللہ کے اس قول تک اور بخوبی جانتا ہے اللہ تعالیٰ منافقین کو ایضاً قال
اللہ تعالیٰ الم احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لا یفتنون ولقد
فتنا الذین من قبلھم فلیعلمن اللہ الذین صدقوا ولیعلمن الکاذبین ترجمہ الم
کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ اتنا کہنے پر چھوٹ جاوینگے کہ ہم تو ایمان لے آئے ہیں اور پھر انکو فتنے
اور تکالیف مصائب میں نہ ڈالا جاوے گا اور ہمنے تو اُن لوگونکو بھی فتنہ میں ڈالا اور آزمایا تھا
جو اُن سے پہلے تھے اور البتہ اللہ سچوں کو بھی جانتا ہے اور جھوٹھوں کو بھی جانتا ہے۔ ان آیات
بینات اور دیگر صدہا آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ وقت مصیبت اور تکلیف پہونچنے کے کافروں سے
دینی دوستی کرلینا ہرگز ہرگز جائز نہیں اور یہ کام مومنوں کا نہیں ہے بلکہ منافقوں کا کام ہے
پھر فرمایا ہے کہ الا ان تتقوا منھم تقاۃ کیونکر استثنا ہوسکتا ہے ومن یفعل ذلک
فلیس من اللہ فی شیٔ سے۔ پس جبکہ ثابت ہوا کہ آیۃ مذکورہ میں موالات کفار سے مراد دینی
موالات نہیں ہوسکتی ہے تو پھر چار و ناچار ماننا پڑا کہ مراد موالات سے یہاں پر صرف وہ موالات ہے
جو بسبب معاشرت اور معاملات دنیویہ کے کفار سے مومن کو اکثر مصاحبت کی ضرورت پڑجاتی ہے
کہ وقت ضرورت اور حاجت کے معاملات میں کفار کے ساتھ یہ معاشرت اور مصاحبت واقع ہوجاتی
ہے مثلاً جبکہ کتابیہ سے نکاح درست ہے تو بحکم وعاشروھن بالمعروف کے زوجہ کتابیہ سے معاشرت
جمیلہ بھی جائز ہے۔ یا معاملات بیع و شرا میں جسکی حاجت اکثر ہر ایک شخصکو پڑجاتی ہے لہذا یہ
مصاحبت جو فی الحقیقت ایک قسم اقسام موالات سے ہے کفار کے ساتھ جائز ہے۔ یا مثلاً حکام
سے بوقت پیشی مقدمات کے یا بوقت ادای سنہادت کے انکے پاس حاضر ہونیکی بھی حاجت

پڑجاتی ہے یا مثلاً اقربا اور اعزہ سے جو بیدین ہیں بسبب ادائے صلہ رحم جائز کے اُن کے ساتھ معاشرت کی ضرورت اکثر اشخاص کو لاحق ہوجاتی ہے یا مسافر مومن کو حالت سفر میں رفیق کافر کے ساتھ مصاحبت واقع ہوجاتی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ابوطالب کی بسبب حمایت کرنے اُسکے کے اس قسم کی موالات کرنیکی حاجت پڑگئی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس قسم کی موالات و معاشرت ابوطالب کے ساتھ بجالاتے تھے بلکہ ہر ایک کافر سے جو آپ کے یہاں مہمان ہوتا تھا اُسکے ساتھ بھی معاشرت جمیلہ بجالاتے تھے یا مریض مومن کو طبیب کافر سے اور طبیب مومن کو مریض کافر سے مصاحبت کرنیکی ضرورۃ معہ معاشرت جمیلہ کے اکثر واقع ہوتی رہتی ہے یا مثلاً مزدور کو اجیر سے اور اجیر کو مزدور سے نوکر کو آقا سے اور آقا کو نوکر سے اس معاشرت جمیلہ کا اتفاق پڑجاتا ہے غرضکہ بہت سے مواقع ایسے ہیں کہ ہر ایک شخصکو اُن مواقع میں اس معاشرۃ جمیلہ کی حاجت کفار کے ساتھ واقع ہوجاتی ہے پس اسی معاشرت اور مصاحبت کفار کو اللہ تعالےٰ اس آیۃ میں مستثنیٰ فرماتا ہے اور الا ان تتقوا منھم تقاۃ ان سب صورتوں کو شامل ہے اور مفہوم لفظ ولی کا جو متعدد ہے ہر ایک صورۃ کے مناسب اخذ کرلیا جاویگا۔ اب **ماحصل** آیۃ کا یہ ہوا کہ مومنوں کو چاہیے کہ کسی وقت کافروں کو اپنا دوست اور ولی نہ پکڑا کریں کیونکہ صحبت کو بھی بڑا دخل ہوتا ہے مبادا مصاحبت کفار سے قلب نورانی مومن میں کسی طرح کی ظلمت پیدا ہوجاوے یا مردہ دلوں کی صحبت سے اسکا دل بھی مردہ ہوجاوے کیونکہ اوپر اس آیت کے آیۃ تولج الليل فى النهار الآیہ مذکور ہے پس جو شخص مومن بلا حاجت ایسا کرے گا اُسکو اللہ تعالیٰ کی دوستی سے کچھ حصہ نہ ملیگا اب اس حکم عزیمت سے استثنا فرمایا جاتا ہے کہ مگر اُسو قتیں کہ کسی طرح کا خوف و خطر واقع ہونے تنگی وغیرہ کا امور دنیاوی میں پیدا ہووے تو عند الضرورت ایسے معاملات میں اُن سے مصاحبت اور معاشرت کی رخصت ہی جو از قسم موالات ہی جیساکہ مومن کو زوجہ کتابیہ کے ساتھ اس معاشرۃ کی ضرورت پڑتی ہے وغیرہ وغیرہ اور درصورت نہ کرنے موالات اور معاشرت کے جو امثلہ بالا میں مذکور ہوا ہے دشواری اور تکلیف واقع ہوگی لہذا یہ معاشرت اور مصاحبت عند الحاجت مستثنیٰ کیگئی ہے اُس موالات سے جو آیت ومن يفعل ذلك فليس من الله فى شئ کے مصداق ہے اور لفظ اولیاء جو جمع ولی کی ہے وہ بھی اسی معنوں پر دلالت کر رہا ہے کیونکہ لفظ ولی قریب کے معنوں میں بھی آتا ہے

اور اگر مصدر اُس کا ولایت مانا جاوے تو بمعنی والی ہونیکے بھی اور بمعنی کارسازی کے بھی آتا ہے اور دوست کے معنوں میں بھی آتا ہے وغیرہ وغیرہ خلاصہ یہ کہ جس قدر مثالیں ہم نے اوپر بیان کی ہیں اُن سب مثالوں میں معنی مناسب اُس مثال کے لیے جا سکتے ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ نے بحکم یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر کے اس موالات کفار کو رخصت میں داخل فرما دیا ہے جیسا کہ آیتہ لا ینہاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین الآیہ میں بھی ہم نے اس موالات کو مفصل بیان کر دیا ہے پس کہاں تو وجوب تقیہ روافض کا اور کجا یہ آیت ؎ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا ۔ اب ناظرین کو کج فہمی اشاعۃ القرآن کی جو ان آیات بینات کی تفسیر میں واقع ہوئی معلوم ہو گئی ہو گی والسلام علےٰ من اتبع الہدیٰ ۔

اب ہم بحولہ وقوتہ چکڑالوی کے اس اصول کی تنقیح وتحقیق کیطرف متوجہ ہوتے ہیں جس اصول سے اشاعۃ القرآن اکثر لوگونکو دھوکا دے رہا ہے اور اکثر عوام اُسکے اس دجل و فریب میں پھنس جاتے ہیں وہ اُصول اُس کا یہ ہے کہ صرف قرآن مجید ہی ہمارے تمام دینی مسائل ضروریہ کے لیے ہر طرح پر کافی ہے کیونکہ اس میں تمام مسائل دین بوجہ احسن اللہ تعالیٰ نے تفصیل کے ساتھ بیان فرما دیے ہیں لہٰذا اب ہمکو نہ کسی رسول کی ضرورت ہے اور نہ کسی نائب رسول کی

اول - واضح خاطر عاطر ناظرین ہو کہ اشاعۃ القرآن کو یہ امر تو مسلم ہے کہ قرآن مجید کے نزول کا وقت کل شریعت محمدیہ کے نزول کا وقت تھا خواہ قرآن مجید میں ہی کل شریعت اسلامیہ ایسی تفصیل کے ساتھ ہو کہ حاجت سنتہ رسول کی نہ پڑے جیسا کہ اُسکا دعویٰ باطل ہے یا اکثر مسائل شریعت اسلامیہ انمیں کسی مصلحت سے مجملاً بیان فرمائے گئے ہوں جنکے بیان کے لیے شارع علیہ السلام کی ضرورت واقع ہوئی ہو جیسا کہ ہم کہتے ہیں لاکن بہر دو صورت وقت نزول قرآن کے کل شریعت محمدیہ نازل ہوئی ہے اور کوئی حکم متعلق حلال یا حرام کے یا احکام فرائض واجبات وغیرہ ما سے ایسا باقی نہیں رہا جو حین ینزل القرآن قرآن مجید موجود نہ ہو خواہ بالتفصیل ہو یا بالاجمال (کسی حکمۃ اور مصلحت کیوجہ سے)

اب ہم یہانپر بحولہ وقوتہ دعوی باطل اشاعۃ القرآن کا ابطال اور دعوی حقہ جماعت احمدیہ کا احقاق ناظرین کو خود قرآن مجید سے مُشاہدہ کرا دیتے ہیں اور چونکہ ہمارے دلائل بینہ و مسکتہ ہیں لہٰذا ہر ایک دلیل کو بلفظ برہان تعبیر کرینگے ۔

برہان اوّل ۔ اولاً ناظرین خوب یاد رکھیں کہ ہمارے دعوی کے دو جزو ہیں اول جزو دعوے کا تو یہ ہے کہ قرآن مجید میں تمام علوم اولین و آخرین کے موجود ہیں کوئی حکم بالتفصیل مذکور ہے اور کوئی حکم برعایت چند حکم و مصالح الٰہیہ کے بالاجمال بیان ہوا ہے جسکو شارع علیہ السلام نے اپنے قول یا فعل سے بیان فرما دیا ہے لہٰذا ناظرین اس شعر کو جسمیں ہمارے دعوے کی دونوں جز مذکور ہیں خوب یاد رکھیں

وَكُلُّ الْعِلْمِ فِي الْقُرْاٰنِ لٰكِنْ تَقَاصَرَعَنْهُ اَفْهَامُ الرِّجَالِ

قال اللہ تعالیٰ وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم ولعلہم یتفکرون ۔ اس آیۃ میں باوجودیکہ قرآن مجید کو ما نزل الیھم فرمایا گیا ہے یعنی قرآن مجید وہ ذکر ہے کہ لوگونکی طرف نازل کیا گیا ہے معہذا ارشاد ہے کہ تمام قبائل عرب میں سے ایک تو ہی ایسا ذوالفضل العظیم ہے کہ تجکو ہی مخصوص بانزال ذکر کیا گیا ہے تاکہ تو اُن لوگوں کے لیے جنکی طرف قرآن مجید اُتارا گیا ہے اُسکے احکام مجملہ کو اپنے قول یا فعل سے واضح اور بیان کر دیوے اور بعد پہونچنے بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ خود بھی اُس ما نزل الیھم میں تفکر اور تدبر کرتے رہیں تاکہ مرتبہ استنباط اور اجتہاد کا جو بسبب جامعیت قرآن مجید کے خاصہ اس اُمت مرحوم کا ہے قیامت تک جاری رہے ۔ اب یہ امر تو ظاہر ہے کہ ما نزل الیہم کے مصداق وہ لوگ ہیں جو عرب عربا تھے اور برکات صحبت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی فیضیاب تھے مگر معہذا وہ بھی حسب تصریح آیت مذکورہ کے تدبر اور تفکر قرآنی کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان قولی یا فعلی کے سخت محتاج تھے اگر یہ اہل لسان عرب عربا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کے سخت محتاج نہ تھے تو پھر بجائے لتبین کے لتتلو کہنا چاہیے تھا بس جبکہ اہل لسان عرب عربا کا یہ حال ہے تو پھر غیر اہل لسان کا کیا ذکر ہے لہٰذا آیۃ سے دو امر ثابت ہوے ایک تو قرآن مجید خواہ اُسکو ذکر کہا جاوے یا ما نزل الیھم جو ما بین الدفتین ہمارے پاس موجود ہے اور دوسرا امر بیان قرآن کا ہے جس کے محتاج وہ تمام عرب عربا ہیں جنکی طرف قرآن مجید اُتارا گیا ہے

اب استفسار یہ ہے کہ وہ بیان قرآن کا کیا ہے اور کہاں ہے جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اپنے قول یا فعل سے بیان کیا ہو اگر وہ بیان موجود نہیں رہا یا بالکل ایسا مشکوک ہوگیا ہے
جو واجب الترک ہو تو پھر پیشین گوئی مندرجہ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون
کدھر گئی کیونکہ احکام مجملہ کا بیان جب تک شارع علیہ السلام کیطرف سے واضح طور پر موجود نہ ہووے
تب تک ان احکام مجملہ پر کیونکر عملدرآمد ہو سکتا ہے اور لتبین للناس ما نزل الیھم
نعوذ باللہ لغو ہوا جاتا ہے کیونکہ شریعت اسلامیہ ناقص رہی جاتی ہے ۔ یہ قول ہمارا صرف احکام
شریعت اسلامیہ کی نسبت ہی ہے جو از قسم فرائض و واجبات یا حلال و حرام کے ہیں خواہ عبادات
ہوں یا معاملات نہ اسرار اور معارف قرآنی کے نسبت کیونکہ اُنکے غیر محدود ہونے کا بیان
اور احکام اسلامیہ کے محدود ہونیکی دلیل ان شاء اللہ تعالیٰ آگے آویگی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ معارف
و اسرار قرآنی غیر محدود ہیں جو وقتاً فوقتاً کمل افراد اُمتہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے
حسب ضرورت وقت کے نازل ہوتے رہتے ہیں ؎ دگر استاد را نامے ندانم ☆ کہ خواندم در
دبستان محمد ☆ دلیل اسکی تفسیر آیت و اخرین منھم لما یلحقوا بھم حصہ دوم میں انشاء اللہ تعالیٰ
آویگی اگرچہ آیۃ مذکورہ میں ما نزل الیھم عام ہے کیونکہ لفظ ما الفاظ عموم سے ہی اسلیے آیۃ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کل ما نزل الیھم کیلیے لتبین کا
ہونا ضروری ہو مگر یہاں پر ہم حملہ کلیہ نہیں لیتے بلکہ بعض ما نزل الیھم کیلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان قولی یا فعلی تھ ضروری ٹھیر
ہوا کیونکہ وقت نزول کل شریعت اسلامیہ کا وہی وقت نزول قرآن مجید کا ہے کما مر وھو المدعا و تم التقریب

برہان دوم ۔ قال اللہ تعالیٰ لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ ان علینا جمعہ
و قرانہ فاذا قرانٰہ فاتبع قرانہ ثم ان علینا بیانہ ؛ یہ آیۃ نص صریح ہے اس بات میں
کہ ایک تو قرآن مجید ہے جو مجموعہ ما بین الدفتین ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں جمع ہو کر پڑھا
جاتا ہے اور دوسری ایک اور چیز ہے جس کا نام بیان قرآن ہے اور وہ قرآن کے نزول کے وقت جمع نہیں
کیا جاوے گا جسکی طرف لفظ ثُمَّ ناظر ہے بلکہ بعد جمع ہونے قرآن مجید کے کسیقدر مدت کے بعد وہ
مدون ہوگا ۔ اب یہ استفسار ہے کہ بعد جمع قرآن کے وہ کونسی چیز ہے جسکو بیان قرآن کہا جاوے
اور مبین اُسکے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور وہ کیا ہے اور کہاں ہے جسکے وجود سے پیشین گوئی
ثم ان علینا بیانہ کی پوری ہوجاوے اب ہم مشاہدہ کر رہے ہیں کہ وہ بیان قرآن کا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کی طرف منسوب ہو اور انتہا درجہ کی کوششوں اور سعیوں اکابر اسلام سے جمع کیا گیا ہو اور ایسی شان رکھتا ہو کہ غیر اقوام اسلام بھی اُسکی فضیلت کے قائل ہوں اور ایک عالم میں اُسکا غلغلہ اور شور برپا ہو اور دوسرے ادیان میں اسکی نظیر کا وجود نہ پایا جاوے وہی احادیث صحیحہ جو دواوین حدیث میں مدون ہیں جنمیں لاکھوں رجال کی توثیق و تجریح اُس بیان کے جمع کرنیکے لیے بڑی تحقیقات کاملہ اور تدقیقات بالغہ سے کیگئی ہے اور محققین غیر اقوام اسلام کے بھی اُسکی فضیلت کے قائل ہیں ؎ والفضل ما شهدت به الاعداء ؎ مگر دواوین حدیث کے علاوہ اور کوئی شے آثار رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم سے باقی معلوم نہیں ہوتی جسکو قرآن کا بیان مانا جاوے اور بیان قرآن کے لحاظ سے بھی آپ حیات النبی کہلاویں جس شخص کو یہ امر مسلم نہیں ہے وہ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ کی پیشین گوئی جو بڑے زور و شور سے اپنے زمانہ میں واقع ہوئی ہے اُسکی تکذیب ایسی کرتا ہے جیسا کہ کوئی اندھا بوقت نصف النہار کے باوجود پہونچنے حرارت شمس کے آفتاب کے وجود کا انکار کرے ؎

گر نہ بیند بروز شپر چشم ✻ چشمہ آفتاب راچہ گناہ

اور پھر ہم مکرر کہتے ہیں کہ یہ قول ہمارا صرف احکام اسلام کے بارہ میں ہے جسکا نزول بوقت نزول قرآن شارع علیہ السلام پر ختم ہوچکا کما قال اللہ تعالیٰ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ایضاً قال اللہ تعالیٰ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وغیرہ وغیرہ لہذا بعد وفات شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی حکم جدید خارج از قرآن نازل نہیں ہوگا ہاں باب اجتہاد و استنباط کا بشرائط معینہ بعد تحصیل علم سنت کے بشرطیکہ مخالف نصوص قرآن اور نصوص بیان قرآن کے نہ ہو قیامت تک جاری رہیگا۔ ہاں اسرار اور معارف قرآنی غیر محدود ہیں جو وقتاً فوقتاً مقربین الٰہی اور مطہرین اُمت پر نازل ہوے اور ہوتے ہیں اور ہوتے رہیں گے کما قال اللہ تعالیٰ ولو ان ما فی الارض من شجرة اقلام والبحر يمده من بعده سبعة ابحر ما نفدت كلمات الله ان الله عزيز حكيم ہہاں پر تنقیح طلب یہ امر ہے کہ کلمات اللہ سے کیا مراد ہے اگر اُن سے بھی کلمات قرآنی مراد لیے جاویں تو ظاہر ہے کہ ما نفدت

کا حکم اُس پر صادق نہیں آسکتا پس مراد کلمات اللہ سے سوای کلمات قرآنی کے کچھ بھی ہو مگر معارف اور اسرار قرآنی بھی اس سے مراد ہیں اور اس سے باہر نہیں جو مقربین مطہرین اور مجددین ربانی کو بعض اُن میں سے بذریعہ الہامات و مکالمات الٓہی کے حسب ضرورت وقت واسطے اظہار شرف اس خیر اُمت کے دیے جاتے ہیں ایضًا قال اللہ تعالیٰ لو کان البحر مداداً لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی و لو جئنا بمثلہ مددًا +
الحمد للہ کہ اس قرن رابع عشر میں مہبط بعض ان کلمات کا حضرت مجدد الوقت مسیح موعود و مہدی مسعود امام آخر الزمان اپنے وقت پر مبعوث ہو گیا جس کے دل اور آنکھیں ہوں وہ سمجھے اور دیکھے +

ہمارے پاس براہین اتباع سنت نبوی کے اس قدر ہیں کہ اُن کے لیے ایک کتاب ضخیم کا علیحدہ طبع ہونا ضروری ہے چونکہ اس رسالہ کے طبع ہونے میں تاخیر بسبب چند موانعات کے حد سے زائد واقع ہو گئے اور اشتیاق ناظرین کا از حد درجہ رسالہ کے مطالعہ کے لیے بڑھا ہوا ہے اور نیز رقیمۃ الوداد فی النافی بخیر العباد میں بھی ہم کسی قدر ادلہ اتباع سنتہ کے لکھ چکے ہیں لہٰذا اب اس رسالہ کو اسیقدر طبع کر کر شائع کیے دیتے ہیں اور حصہ دوم میں انشاء اللہ تعالیٰ براہین اتباع سنت مفصل و مشرح شائع کرینگے تب تو اشاعۃ القرآن کو اپنے بطلان کی حقیقت ایسی معلوم ہو گی جیسا کہ کہا گیا ہے۔ ؎

کہ با کہ باختی عشق در شب دیجور   بوقت صبح شود ہمچو روز معلومت

ہاں ایک خط ایڈیٹر شحنہ ہند میرٹھ کا جواب جو اُس نے اہل قرآن کی طرف سے لکھا ہے اُس کا جواب یہاں پر لکھکر طبع کیے دیتے ہیں۔ وہ خط یہ ہے +

مولانا۔ سلام علیکم بذریعہ عزیزی مولوی عبد الرحیم صاحب رسالہ الصلوۃ والسلام اور سواء السبیل اُس بلغمی بلید الطبع کے جواب میں نظر سے گذرا۔ ماشاء اللہ خوب لکھا ہے مجھے حیرت ہے کہ آپ اور خود حضرت کیوں اہل قرآن کے مخالف ہیں یہ امر تو آپ کے دعوی کے خلاف ہے ورنہ مفید او رمضر تمام حدیثوں کو ماننا پڑے گا اگر اہل قرآن یہ کہتے ہیں کہ صحیح حدیثیں وہی ہیں جنکا ماخذ قرآن ہے تو کیا گناہ کرتے ہیں۔ تقلید شخصی چھوڑ کر ہزاروں کی

تقلید نامناسب ہے۔ قال الرسول یارب ان قومی اتخذوا ھذ القرآن مھجورا
اور ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکافرون کا کیا جواب ہے۔
حکیم صاحب کو سلام علیکم۔ شوکت میرٹھ۔ ۱۱-۴-۴-۶

الجواب۔ عنایت فرما وعلیکم السلام۔ الطاف نامہ صادر ہوا۔ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ مجھے حیرت ہے کہ آپ اور خود حضرت کیوں اہل قرآن کے مخالف ہیں یہ امر تو آپکے دعوی کے خلاف ہے۔ عنایت فرما مجکو آپکی اس حیرت پر حیرت ہے اسلیے کہ اگر کوئی شخص مدعی بدعوے اہل قرآن ہوکر خود قرآن مجید ہی کی تکذیب کرنے لگے تو اُسکی مخالفت کیونکر نہ کی جاویگی۔

ہمارے دعوی کے دو جزو ہیں جو اس شعر کے دونوں مصرعوں میں مذکور ہیں

وَکُلُّ الْعِلْمِ فِی الْقُرْاٰنِ لٰکِنْ تَقَاصَرَعَنْہُ اَفْہَامُ الرِّجَالِ

ہمارا دعوی یہ ہرگز نہیں ہے کہ احادیث صحیحہ متعلقہ احکام اسلام جو قرون ثلاثہ سے لے کر آجتک تعامل میں آرہے ہیں اور دواوین سنت میں ثابت شدہ اور متعامل ہیں وہ سب باطل ہیں نعوذ باللہ منہ جیسا کہ اہل قرآن کا قول باطل ہے۔ ہمارے نزدیک اکثر احکام مندرجہ قرآن مجید مجمل ہیں جن کے مبین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کما قال اللہ تعالی۔ وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم ولعلھم یتفکرون ﴿۴۴﴾ اس آیۃ میں باوجودیکہ قرآن مجید کو ما نزل الیھم فرمایا گیا یعنی لوگوں کی طرف نازل کیا گیا ہے معھذا ارشاد ہوا کہ تمام قبائل عرب میں سے ایک تو ہی ایسا ذو الفضل العظیم ہے جسکو مخصوص بانزال ذکر کیا گیا ہے کہ تو اُن لوگوں کے لیے جنکی طرف قرآن مجید اتارا گیا ہے اُسکے مجملات احکام کو اپنے قول اور فعل سے واضح اور بیان کردیوے اور بعد پہونچنے بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ خود بھی اُن احکام میں تدبر اور تفکر کرتے رہیں تاکہ مرتبہ استنباط اور اجتہاد کا بسبب جامعیت قرآن کے تیری اُمتہ میں قیامتہ تک جاری رہے پس اس آیۃ سے معلوم ہوا کہ اہل لسان بھی جو ما نزل الیھم کے مصداق ہیں وہ بھی باوجود تدبر اور تفکر قرآنی کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کے سخت محتاج ہیں چہ جائے غیر اہل لسان کے لہذا ثابت ہوا کہ ایک تو قرآن مجید ہے جو ما نزل الیھم ہے اور وہ مابین دفتین

ہمارے پاس موجود ہے اور دوسری شے اُس کا بیان جو رسول نے اپنے قول یا فعل سے کیا ہو جس کے محتاج وہ تمام لوگ ہیں جن کی طرف قرآن مجید اُتارا گیا ہے باوجودیکہ اہل لسان ہیں۔

اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ بیان قرآن کا کیا ہے اور کہاں ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول یا فعل سے کیا ہو **جواب** اس کا ظاہر ہے کہ بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن کے لیے وہی ہے جو دواوین احادیث صحیحہ میں مدون ہو چکا ہے اور اگر وہ بیان موجود نہیں رہا یا بالکل مشکوک اور واجب الترک ہو گیا ہے تو پھر پیشین گوئی مندرجہ **اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ** کدھر گئی کیونکہ احکام مجملہ کا جبتک شارع علیہ السلام کیطرف سے بیان نہ ہووے تب تک اُن احکام مجملہ پر کیونکر عملدرآمد ہو سکتا ہے یہ ہمارا قول صرف احکام شریعت اسلامیہ کی نسبت ہے جو از قسم فرائض واجبات اور مستحبات کے ہیں خواہ عبادات ہوں یا معاملات نہ اسرار اور معارف قرآنی کی نسبت کیونکہ اُن کے غیر محدود ہونیکا بیان آگے آویگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور یہ احکام مذکورہ شارع علیہ السلام پر ختم ہو چکے ہیں خواہ قرآن مجید میں مجمل ہوں یا بعض احکام مفصل بھی ہوں۔ مگر معارف و اسرار قرآنی غیر محدود ہیں جو اولاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بحکم **وللاخرة خير لك من الاولى** کے وقتاً فوقتاً نازل ہوتے ہیں اور پھر کمل افراد اُمت کو آپ کے واسطے سے تعلیم ہوتی رہتی ہے **شعر**

دگر اُستاد را نامے نہ دانم ۔۔۔ کہ خواندم در دبستان محمد

ایضاً قال اللہ تعالیٰ لا تحرك به لسانك لتعجل به ان علینا جمعه وقرانه فاذا قراناه فاتبع قرانه ثم ان علینا بیانه۔ یہ آیۃ نص صریح ہے اسباب میں کہ ایک تو قرآن ہے جو مجموعہ بین الدفتین ہے اور پڑھا جاتا ہے اور دوسری شے ایک اور ہے جس کا نام بیان قرآن ہے اور لفظ ثُمَّ نے بھی تصریح کر دی کہ علاوہ قرآن کے ایک دوسری شے ہے جو بیان قرآن کا ہے اور یہی لفظ ثُمَّ مشیر ہے اسطرف کہ بعد جمع ہونے قرآن کے کسیقدر مدت کے بعد بیان قرآن کا مدون ہوگا۔ اب استفسار ہے کہ بعد جمع قرآن کے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ہو خواہ قولی ہو یا فعلی اور جو مدون بھی ہو گیا ہو وہ کیا ہے اور کہاں ہے جواب اسکا بجز اسکے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ وہی احادیث صحیحہ جو دواوین حدیث میں مدون ہیں وہی ان پیشین گوئی کو

ثم ان علینا بیانہ کی نعوذ باللہ غلط ہوجاوے گی۔ مگر دواوین حدیث کے علاوہ اور
کوئی شے آثار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم نہیں ہوتی جسکو قرآن کا بیان مانا جاوے
اور پھر ہم مکرر کہتے ہیں کہ یہ بیان ہمارا صرف احکام اسلام کے بارہ میں ہے جسکا نزول شارع علیہ
السلام پر ختم ہوچکا کما قال اللہ تعالیٰ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی
ورضیت لکم الاسلام دینا۔ ایضاً قال اللہ تعالیٰ ومن یبتغ غیر الاسلام
دینا فلن یقبل منہ وغیرہ وغیرہ پس بعد وفات شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوئی
حکم جدید خارج از قرآن نہیں اُتریگا ہاں باب اجتہاد و استنباط کا بشرائط معینہ ائمہ بشرطیکہ مخالف
نصوص قرآن اور نصوص بیان قرآن کے نہ ہو قیامت تک جاری رہیگا مگر اسرار و معارف
قرآنی غیر محدود ہیں جو وقتاً فوقتاً مقربین الٰہی اور مجددین مطہرین اُمت پر نازل ہوے اور
ہوتے ہیں اور ہوتے رہیں گے کما قال اللہ تعالیٰ ولو ان ما فی الارض من شجرۃ
اقلام و البحر یمدہ من بعدہ سبعۃ ابحر ما نفدت کلمات اللہ ان اللہ عزیز
حکیم ۔ پ۲۱ یہاں پر تنقیح طلب یہ امر ہے کہ کلمات اللہ سے کیا مراد ہے اگر یہی قرآن مراد لیا جاوے تو ظاہر ہے کہ ما نفدت
کا حکم اُس پر صادق نہیں آسکتا پس مراد کلمات اللہ سے وہی معارف و اسرار قرآنی ہیں جو
مقربین و مطہرین اور مجددین ربانی کو بعض اُن میں سے بذریعہ الہامات و مکالمات الٰہی کے
دیے جاتے ہیں ایضاً قال اللہ تعالیٰ لو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد
البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثلہ مددا پ۱۶ ۔
الحمد للہ کہ اس قرن رابع عشر میں مہبط بعض ان کلمات کا حضرت مجدد الوقت مسیح موعود
مہدی مسعود امام آخر الزمان اپنے وقت پر مبعوث ہوگیا جسکے دل اور آنکھیں
ہوں وہ سمجھے اور دیکھے ۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ اب تمکو چاہیے کہ مفید اور مضر تمام حدیثوں کو مانو۔ الجواب مفید اور
مضر کا تو یہاں پر کچھ اعتبار و لحاظ ہی نہیں ہاں مدارج احادیث کے مختلف ہیں تمام احادیث
ایکدرجہ ثبوت پر نہیں ہیں کیا آپ نے کتب اصول حدیث پر نظر نہیں فرمائی خاکسار نے اکثر رسائل
ایسے لکھے ہیں جنمیں مفصل بیان اس بحث کا موجود ہے اور خود محدثین کے نزدیک ان اصول کی بموجب

کوئی حدیث کسی درجہ پر ہے اور کوئی حدیث کسی درجہ پر مثلاً صحیح حسن ضعیف اور موضوع علیٰ ہذا القیاس - پس اسکی تفصیل ہمارے رسائل ایقاظ النائمین یشمس بازغہ وغیرہ میں ملاحظہ فرمائی جاوے یہ چند سطور گنجایش اُس تفصیل کی نہیں رکھتی ہیں ہمنے جس حدیث یا روایت کو دربارہ پیشین گوئی تسلیم نہیں کیا اُسکو تو بموجب اصول محدثین کے ہی نہیں مانا ہاں جو حدیث مضاد قرآن ہو اُسکے قبول کرنے سے بھی ہم معذور ہیں اس خاص مسئلہ کو بھی کتب اصول حدیث میں ملاحظہ فرمایا جاوے - اگر کوئی کہے کہ اسی گڑبڑ کے سبب تو ہم نے حدیث کو ترک کر کر قرآن کو اخذ کیا ہے تو جواب یہ ہے کہ خیر القرون مشہود لہا بالخیر میں یہ سب اختلافات فیصلہ پاچکے اور بموجب پیشین گوئی ثمّ انّ علینا بیانہ کے تمام مراتب احادیث کے منقح ہو چکے اب کوئی گڑبڑی باقی نہیں رہی اور اُسی قرن کے اکابر اہل تنقیح کے رجال جنکی کوششوں اور سعیوں کے غیر اقوام بھی مداح ہیں والفضل ما شہدت بہ الاعداء

پھر **آپ فرماتے** ہیں کہ اگر اہل قرآن یہ کہتے ہیں کہ صحیح حدیثیں وہی ہیں جن کا ماخذ قرآن ہے تو کیا گناہ کرتے ہیں **الجواب** دربارہ احکام جتنی صحیح حدیثیں قرون ثلاثہ سے لیکر اب تک تعامل اُمت میں آگئی ہیں اُن سب کا ماخذ قرآن ہی ہے اور اشعۃ القرآن میں ہی سے کچھ کچھ شعاعیں اُنپر پڑی ہوئی ہیں اور وہ سب مبین قرآن مجید کی ہیں نہ مضاد قرآن مجید کے اہل قرآن کوئی ایسی حدیث صحیح مرفوع متصل احکام کے بارہ میں ہمارے روبرو پیش کریں جو قرون ثلاثہ سے لیکر آجتک اُمۃ کے تعامل میں ہو اور پھر وہ مضاد قرآن کے ہو تب اُسپر نظر کی جاوے گی - اہل قرآن تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبین اور معلم قرآن ہونیکی تکذیب کر رہے ہیں اور پھر اُسپر علاوہ یہ کہ واسطے تحریف معنوی قرآن کے بڑے زور وشور کے ساتھ مرتکب ہو رہے ہیں -

پھر **آپ** نے دو آیتیں استدلالاً اہل قرآن کیطرف سے تحریر فرمائی ہیں اول آیۃ یا ربّ ان قومی اتخذوا ھذا القراٰن مھجورًا + لہذا عرض ہے کہ یہ تو ہم ثابت کر چکے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کے مُبَیِّن ہیں بصیغہ اسم فاعل کسرہ یا کے ساتھ اور

قرآن مجید مُبَیَّن ہے بصیغہ اسم مفعول فتح یا کے ساتھ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ مبیِّن اسم فاعل
متضاد یا مغائر نہیں ہوا کرتا ہے مُبیَّن اسم مفعول کے ساتھ کیونکہ مبیَّن اور مبیِّن میں صرف
اجمال اور بیان کا فرق ہوا کرتا ہے اور اصل میں دونوں متحد ہوتے ہیں۔ اور قرآن مجید میں بعض
احکام مجمل بالضرور ہیں چنانچہ اشاعۃ القرآن بھی ترجمہ آیات میں بہت سی محذوفات بغیر
قرینہ اور مقدرات ناجائزہ نکالتا چلا جاتا ہے اور تفسیر پر تفسیر چڑھاتا ہے اگر بعض قرآن مجمل
نہیں تو یہ حرکت لغو اُسکی کیوں ہے پس جبکہ ان کے نزدیک سید العرب بھی قرآن مجید کے
مبین نہ ہوسکے تو بیچارا لوی کیونکر مبین ہو گیا۔ بعد اس گذارش کے عرض ہے کہ جو آیت
آپنے تحریر فرمائی ہے وہ پوری آیت یوں ہے ویوم یعض الظالم علی یدیہ یقول
یالیتنی اتخذت مع الرسول سبیلا یاویلتی لیتنی لم اتخذ فلانا خلیلاً
لقد اضلنی عن الذکر بعد اذ جاءنی وکان الشیطٰن للانسان
خذولا۔ وقال الرسول یارب ان قومی اتخذوا ھذا القران
مھجورًا + اس آیت میں مراد رسول سے قرآن نہیں ہوسکتا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ہی ہیں اول تو بمقابلہ لم اتخذ فلانا خلیلا کے فرمایا گیا ہے یالیتنی اتخذت
مع الرسول سبیلاً + دوسرے لفظ سبیل اس مراد کو ظاہر کر رہا ہے کیونکہ سبیل رسول تو
عملدرآمد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور وہ وہی ہے جو مبین قرآن مجید کا ہے کیونکہ اس
آیت میں سبیل رسولؐ بھی مذکور فرمایا گیا ہے اور قرآن کا ذکر بھی موجود ہے اور جبکہ سبیل رسولؐ
کو ہم دواوین حدیث میں بہ نسبت قرآن مجید کے زیادہ تفصیل کے ساتھ مدون پاتے ہیں جسکو
مجمل کا بیان کہا جاسکتا ہے عبارات چہ بیان۔ پھر اہل قرآن کیونکر کہہ سکتا ہے کہ سبیل رسولؐ
جو مبین قرآن ہے دنیا میں موجود نہیں ہے بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ سبیل مغضوب علیہم اور
ضالین کا یعنی مثل ابوجہل و ابولہب وغیرہ کا سبیل بھی مع صحیح اجتناب کے لیے دعا کیجاتی ہے پانچوں وقت ہر
رکعت نماز میں اُسکی تفصیل بھی ایک زیادتی کے ساتھ بہ نسبت قرآن کے دواوین حدیث میں
موجود ہے اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر
المغضوب علیہم ولا الضالین + اٰمین + پھر باوجود اسکے دوشبہوں سے

ایک شئ مراد لینا اول تو خلاف عقل و نقل ہے دوم التاسیس خیر من التاکید مسئلہ
مسلم ہے پس اس آیت میں بھی مبین اور مبیّن دونوں کا ذکر فرمایا گیا ہے پس جو شخص کہ سبیل
رسول پر نہ چلے گا وہ بھی ظالم ہوا اور شیطان نے اُسکو خذلان کے گڑھے میں ڈالدیا اور
جس شخص نے قرآن کو چھوڑا اُس نے بھی قرآن کے ساتھ عداوت کی خلاصہ یہ کہ چونکہ مبین اور
مبیّن میں ایک قسم کا اتحاد ہوتا ہے لہذا ایک کے ترک سے دوسرے کا ترک لازم آجاوے گا
پس یہ آیت بھی دعوے باطل اہل قرآن کو رد کر رہی ہے اور ہمارے دعویکو ثابت وھوالمدعا
دوسری آیت آپ نے یہ لکھی ہے ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم
الکافرون ۔ اسے عنایت فرمایا یہ آیت بھی اہل قرآن کے دعوے کو باطل کر رہی ہے کیونکہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ما انزل اللہ میں داخل ہیں کما قال اللہ تعالیٰ قد
انزل اللہ الیکم ذکرا رسولا یتلو علیکم ایات اللہ مبینات لیخرج الذین
امنوا وعملوا الصلحت من الظلمت الی النور ۲۸/۱۸ یہاں پر ذکر اور رسول سے مراد
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں بقرینہ صفت یتلو علیکم ایات اللہ کے کیونکہ قرآن
مجید میں جابجا صفت تلاوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہی بیان فرمائی گئی ہے پھر
اس آیت میں مراد رسول سے قرآن مجید کیونکر لے سکتے ہیں جبکہ تمام قرآن مجید میں صفۃ
یتلو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لیے ارشاد فرمائی گئی ہے کما قال اللہ تعالےٰ
ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلو علیھم ایاتہ ویزکیھم و
یعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین ۔
اس آیت میں بنص صریح ثابت ہے کہ تلاوت کتاب کے علاوہ تعلیم کتاب کی بھی اہل لسان
کے لیے ضروری ہے اور نفس تلاوت سے تعلیم میں کچھ نہ کچھ زیادت کا ہونا ضروری ہے
ورنہ پھر اہل لسان کے لیے تعلیم کے کیا معنے اور اُسپر علاوہ تعلیم حکمۃ کتاب کی اہل لسان
کے لیے بھی ضروری ہے چہ جائے غیر اہل لسان کے اگرچہ ان سب زیادات بیانیہ کا ماخذ
کتاب ہی ہے لاغیر مگر اہل لسان بھی اُسکے فہم میں محتاج ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
یا اُسکے نائب کے بیان کے ۔ اور اگر سوائے تلاوت کتاب کے یہ اہل لسان محتاج اُسکے نہ تھے

تو پھر یہ اوصاف ثلاثہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے قرآن مجید میں بار بار کیوں مذکور فرمائے گئے اور پھر غور کرنے کا مقام ہے کہ قرآن مجید کس کے لبوں سے نکلا ہے جس کے جوارح اور اعضا سے بیان قرآن قولاً یا فعلاً صادر ہوا اور جسکو اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ قرآن کریم میں فرمایا گیا۔ **شعر** گرچہ قرآن از لب پیغمبر است * ہر کہ گوید حق نگفت او کافر است * پس جبکہ اہل لسان بھی بیان رسول کریم کے محتاج ہوئے تو غیر اہل لسان کیونکر محتاج نہ ہونگے پس ان تمام آیات میں بالضرور مراد رسول سے آنحضرتؐ ہیں نہ قرآن مجید پھر اللہ تعالیٰ آنحضرتؐ کو اُسوہ بھی فرماتا ہے کما قال اللہ تعالیٰ لقد کان لکم فی رسول اللہ اُسوۃٌ حسنۃٌ لمن کان یرجو اللہ والیوم الآخر وذکر اللہ کثیرا یعنی تمھارے لیے یعنی اُن لوگوں کے لیے جو اللہ اور روز آخرت سے ڈر کر اُمید رکھتے ہیں اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرتے ہیں۔ پیروی کیلیے رسول اللہ ایک عمدہ نمونہ ہیں اور اسی لیے بطور عموم کے بتاکید ارشاد ہے وما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا ف ان آیات سے بھی ثابت ہے کہ قرآن کے اتباع میں ایک نمونہ کی ضرورۃ ہے جسکا اتباع کر کر قرآن کی پیروی کیجاوے اور رسول کریم کے بیان قولی اور فعلی کو اخذ کیا جاوے اور عمدہ نمونہ تو آنحضرتؐ ہی ہیں لاغیر۔ اب چونکہ آنحضرتؐ کے تمام معاملات اور عبادات بطور سوانح کے بالتفصیل قرآن میں موجود نہیں ہیں تو واسطے تعمیل حکم اس آیت کے ہمکو ضرورت پڑی کہ عبادات اور معاملات میں آنحضرتؐ کے ایسے آثار و سوانح تلاش کریں جو تعمیل احکام قرآنی کی نسبت زمانہ بعثت میں آپنے فرمائی ہوں یا کیے ہوں اور وہ بیان قرآن ہو سکتے ہوں لیکن اس تمام زمانہ بعثت کے اقوال یا افعال آنحضرتؐ کے بجز دواوین احادیث کے اور کسی جگہ پر ہم موجود نہیں پاتے لہذا ہمکو دواوین حدیث میں آپکے اکثر اقوال و افعال اخذ کرنے حسب ضوابط اور اصول علم حدیث کی ضروری ہوے ورنہ تعمیل اس آیۃ کریمہ کی بعد قرون صحابہ کرام کے کیونکر ہو سکتی ہے۔

آپ یہ بھی لکھتے ہیں کہ تقلید شخصی چھوڑ کر ہزار وںکی تقلید نامناسب ہے۔ عنایت فرما ہم تو نہ تقلید شخصی کے قائل ہیں نہ ہزار وںکی تقلید کے یہ جملہ آپکا ہماری نسبت محض خلاف واقع ہے ہم تو نہ تقلید شخصی کرتے ہیں اور نہ تقلید ہزار وںکی کیونکہ تقلید کی تعریف ہے کہ بلا دلیل شرعی کسیکے قول کو مان لینا

آپ ذرہ توجہ فرما کر سنیں۔ احادیث کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ احادیث ہیں جو متعلق احکام اسلام
کے ہیں یعنی فرائض و واجبات اور مستحبات یا محرمات اور مکروہات کے متعلق ہیں اور دوسری قسم احادیث کی
وہ ہیں جو متعلق قصص و اخبار اور پیشین گوئیوں کے بارہ میں ہیں احادیث متعلق احکام کا یہ حال ہے کہ مثلاً
آنحضرت نے جو نماز صبح کی دو رکعتیں اور ظہر اور عصر اور عشا کی چار رکعتیں اور مغرب کی تین رکعتیں پڑھیں جنکی تفصیل
بالتصریح قرآن مجید میں موجود نہیں ہے گو اشارۃً کسی جگہ سے پائی جاوے یا کچھ اذکار رکوع و سجود میں اور قومہ
یا قاعدہ اولیٰ و اخریٰ میں آنحضرت نے کوئی تشہد پڑھا یا عیدین و کسوفین کی نمازیں پڑھیں یا صلوۃ جنازہ
یا استسقاء پڑھی یا ظہر عصر کی نماز میں قراءت کو سرًا اور مغرب و عشاء اور صبح کی نماز میں قراءت کو جہرًا پڑھا
یا قومہ بعد الرکوع اور جلسہ بین السجدتین میں کوئی ذکر آپ نے پڑھا یا نصاب زکوۃ کے بیان فرمائے علیٰ ہذا القیاس تمام
ارکان صیام و مناسک حج بلکہ معاملات بیع و شریٰ اور نکاح وغیرہ وغیرہ میں آپ نے کوئی عمل کیا یا کوئی قول بیان
فرمایا جسکی تفصیل تصریح کے ساتھ اسوجہ سے قرآن میں بیان نہیں فرمائی گئی کہ مخاطب کو اسکا علم کسی دوسرے
ذریعہ سے دیا گیا ہے کیونکہ وہ شارع ہو کر مبعوث ہوئے تھے اور نزول شریعت کاملہ کا وقت ہی تھا پس یہ تمام مسائل مذکورہ و غیر مذکورہ جماعۂ کثیر صحابہ میں بحیثیت
تعامل کے عملدرآمد میں آگئے اور صحابہ سے تابعین میں انکا عملدرآمد ہو گیا علیٰ ہذا القیاس۔ اب ظاہر ہے کہ یہ
تمام مسائل ایسی درجہ تواتر عملی کو پہونچ گئے کہ انکار نہیں کیا جا سکتا اب باوجود اس تواتر عملی کے جو ایک قوم میں بتعامل
ہو گیا اور جو بسبب تعامل قومی کے درجہ یقین کو پہونچ گیا پھر بعد اسکے بڑے بڑے اکابر علما ضابط عادل ثقہ
متقی لوگوں نے بڑی تحقیق اور تنقید کر کے نہایت ضبط کے ساتھ اُس قول یا فعل کو باسناد صحیح متصل بارسول
مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تحریر کیا تو چونکہ یہ قول یا فعل بوقت ضبط و تحریر کرنیکے مطابق اور موافق اُس تعامل کے
بھی تھا لہذا اس تعامل نے اُس قول یا فعل کو ایسا قوی کر دیا کہ وہ قول یا فعل اگرچہ بلحاظ اسناد احاد کے
ظنی تھا مگر بسبب تواتر عملی کے درجہ یقین کو پہونچ گیا اور جو امر درجہ یقین کو پہونچ گیا ہو اُس پر عملدرآمد کرنا
تو عین قرآن پر عمل کرنا ہے ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا وغیرہ وغیرہ
پس یہ اقتدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی تقلید کیونکر ہو سکتا ہے جسمیں علم اور یقین کا شائبہ تک موجود
نہیں ہے مگر ہاں جو شخص ایسی حدیث صحیح متصل مرفوع متعاملہ کو ترک کریگا وہ بالضرور مصداق یوم
یعض الظالم علی یدیہ یقول یالیتنی اتخذت مع الرسول سبیلا ۔ کا ہوگا۔

دوسری قسم کی احادیث جو متعلق قصص اخبار اور پیشین گوئیوں کی ہیں یا جو کوئی حدیث اس قسم

کی ہو جس نے تعامل سے قوت نہ پائی ہو اگرچہ صحیح بھی ہو تب بھی وہ البتہ صرف مفید ظن ہی ہے اسلیے
ایسی حدیث کیلیے ہمنے علاوہ دیگر شرائط کے اُسکے قبول کرنیکے لیے یہ شرط ضروری کی ہے کہ مخالف قرآن
کے بھی نہ ہو درصورت مخالفت کے ہم اُسکو قبول نہ کرینگے کیونکہ ایسی حدیث صحابہ کے تعامل میں نہیں
آئی جس کے مضمون کی شہرت صحابہ میں ہو گئی ہو۔

اس تحریر سے آپ اور ناظرین پر واضح ہو گیا ہو گا کہ اہل قرآن اور جماعت احمدیہ میں در
بارہ قبول سنت نبویہ فرق زمین و آسمان کا ہے ؎ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔
اور ہمارے نزدیک کوئی حدیث صحیح مرفوع متصل متعلق احکام ایسی نہیں جسکو اشعۃ القرآن سے
روشنی نہ پہونچگئی ہو کیونکہ احادیث متعلقہ احکام مبین قرآن ہیں مخالف قرآن نہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ
نے فرمایا ہے من یطع الرسول فقد اطاع اللہ ومن تولی فما ارسلناک علیہم حفیظا
یا ہم ان الہامات کا اقتدا کرتے ہیں جنکے لیے شہادۃ اللہ حسب الحکم کفیٰ باللہ شہیدا
کے واقع ہو گئی ہے۔ ؎ آسماں بارد نشاں الوقت میگوید زمیں ٭ ایں دو شاہد از پے
تصدیق من استادہ اند ٭ لہذا ان الہامات سے انکار کرنا کفیٰ باللہ شہیدا کی تکذیب کرنی ہے
اور یہ الہامات بھی درجہ یقین کو پہونچ گئے ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ جب تمھارے نزدیک باب اجتہاد
واستنباط کا بھی قیامت تک جاری ہے تو پھر اہل قرآن نے کیا قصور کیا ہے کہ مسائل نماز و روزہ
وغیرہ کے صرف قرآن سے ہی استنباط کرتے ہیں پھر اُن کے مسائل مستنبطہ کو جو قرآن مجید سے ہی نکالے
گئے ہیں تم کیوں نہیں مانتے تو جواب اسکا یہ ہے کہ چونکہ سنت رسول مبین قرآن کی سب سے زیادہ افضل اور
احسن ثابت ہو چکی بسبب آنحضرتؐ کے شارع ہونیکے اسلیے اجتہاد و استنباط کیلیے علم سنتہ رسول کا بھی شرائط اجتہاد
میں سے ایک بڑی شرط ہی تاکہ ایسا اجتہاد نصوص شارعؑ کے مخالف نہو جاوے کما قال اللہ تعالیٰ واذا جاءھم امر من
الامن او الخوف اذاعوا بہ ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منہم لعلمہ الذین یستنبطونہ
منہم ولولا فضل اللہ ورحمتہ لاتبعتم الشیطٰن الا قلیلا منکم اس آیۃ کی بنص صریح ثابت ہے کہ اہل
لسان مجتہدین اور مستنبطین کے لیے بھی ضروری ہے کہ اپنی استنباط میں رجوع کریں کہ رسول اللہ یا اولی الامر کیطرف انکی حیات
میں اور بعد انکے رد کریں سنتہ رسول کیطرف یا ایسے اولی الامر کیطرف جو رسول کریم کا نائب ہو سب صفات
اربعہ رسول میں یعنی صفات تلاوۃ تعلیم کتاب تعلیم حکمۃ کتاب تزکیہ کے ساتھ موصوف ہو اور رد الی الرسول

واولی الامر کی صورت میں تو فضل اللہ اور اسکی رحمۃ بھی شامل حال ہے ورنہ بموجب حکم قرآنی کے بجز اتباع شیطان ایسے مجتہد کے حصہ میں بالضرور مقرر ہو چکا ہے۔ الحمد للہ کہ اس قرن میں ایسا نائب رسول جو صفات اربعہ مذکورہ کیساتھ متصف ہو وہ مبعوث ہو گیا ہی جسکا ثبوت نصوص قرآنی واحادیث صحیحہ اور اقوال علماء ربانی و مکاشفات صلحاء رحمانی اور تائیدات آلہی اور صدق الہامات پیشین گوئی وغیرہ سے ایسا ثابت ہو چکا ہی کہ قد تبین الرشد من الغی کا مصداق ہی جسکی آنکھیں اور کان ہیں وہ دیکھے اور سُنے اور جس کا قلب سلیم ہو وہ سمجھے۔ اہل قرآن جو اطاعۃ رسول کو مغائر اطاعۃ اللہ کے اپنی غلط فہمی سے کہتا ہی وہ بحکم آیۃ من اطاع الرسول فقد اطاع اللہ کے محض باطل ہے اور سلمنا کہ بعض مجتہدات میں رسول کریم سے کوئی خطا واقع ہوئی ہو مگر چونکہ بوقت نزول شریعت اسلامیہ کے آنحضرت کو منجانب اللہ امیر و مطاع فرمایا گیا لہذا اُسمیں اطاعۃ کرنیکا حکم باذن اللہ باقی نہیں رہا تو اُسمیں اتباع بھی واجب نہیں کیونکہ مطاع ہونے میں قید من باذن اللہ کی موجود ہی۔ کما قال اللہ تعالی وما ارسلنا من قبلک من رسول الا لیطاع باذن اللہ چونکہ اس آیہ میں قید باذن اللہ کی موجود ہی لہذا صرف اُس خطائے اجتہادی میں جسپر رسول کو اللہ کریم نے خبردار کر دیا گیا ہو مطاع ہونیکو استثنا کر رہی ہو مگر باقی تمام مسائل دینیہ میں آپ مطاع مطلق ہیں جیسا کہ آیات بینات مذکورہ اور غیر مذکورہ سے ثابت ہے ورنہ تمام آیات بینات کی تکذیب لازم آویگی واللازم باطل فالملزوم مثلہ۔ والسلام علی من اتبع الہدی کتبہ محمد احسن امروہی

قصیدہ برخوردار محمد اسمعیل غلام کبریا متخلص بعیش سلمہ اللہ تعالی

خدا کو پھر دکھاتا جلوۂ انوار احمد ہے
تو پھر کیونکر نہ وہ آئینۂ عرفان سرمد ہے
اُتارا ہی ثریا پر سے آکر تو نے ایماں کو
ترے اعجاز تو صد ہا ہیں آگے کیا کوئی حد ہے
وہ دانا ہی کہ ہر کنہ احد کو تو نے پایا ہے
اگر سچ پوچھیے اپنا تو تو ہی ایک مقصد ہے
سلامی کیلیے آئی نہ مہر چرخ کیوں تیری
جدائی سے ہمارا خانہ دل رشک مشہد ہے
حکیم نور دیں جو فلسفہ قرآں میں یکتا ہے
معما ہی وہ حل الکدم میں جو دشوار بے حد ہے

غلام احمد نہیں آئینہ روئے محمد ہے
غلام احمد اگر ہے تو تو کیوں افضل نہ ہو سب سے
تو ہی وہ فارسی النسل اے نور محمد ہے
نہیں ہے ڈر کسی سے تجکو نخرات خدا کجہہ بھی
ہے عقل کل تری ادراک کی بھی کہاں کوئی حد ہے
بڑھی ہے سبز بختی وصف تیری خط کا جو لکھا
کہ حسن آباد میں گاڑا ہے جھنڈا اترا اللہ
پڑی ہیں کیسی کیسی حب صفا جو ہر تری در پر
ہیولائی فد خصم اُٹھی آگئی اک خط رد ہے
وہ فاضل مولوی سید محمد احسن امروہی

نشانہائے سماوی سیکڑوں جب اُسکے شاہد ہیں
کہ جب تفضیل برخوردار الصیغہ اسم احمد ہے
مسیحائی سے اپنے سیکڑوں مردے جلائے ہیں
ہلا دی کوہ کو دم میں وہ زور بازو موید ہے
تو ہی مہدی تو ہی ہادی تو ہی عیسی تو ہی رحیم
کہ جو نقطہ ہے میرے شعر کا رشک زمرد ہے
تری دوری سے لاکھوں آرزوئیں قتل ہوتی ہیں
ہیں مانند انبیا کے فضل حق کی اُنپہ یا احمد ہے
معانی و بیاں میں مولوی عبد الکریم ایسے
کہ جنکے نام سے بھی کانپتا ہر ایک مرتد ہے